چراغِ حرا
منظوم سیرتِ نبوی ﷺ
قیصر الجعفری
Meer Zaheer Abass Rustmani

...... رات گزر گئی مگر روشنی بھی دے گئی اور ایک گونہ بے خودی بھی۔ ابتدائیہ کے ایک ایک شعر سے اللہ کی تائید نظر آئی اور دنیا کی سب سے برگزیدہ شخصیت سرورِ کائنات حضرت محمد ﷺ کی مدحت کا حوصلہ پیدا ہوا، ورنہ مجھ جیسے شاعرِ بے مایہ کی یہ مجال کہاں تھی کہ اس موضوع پر قلم اٹھاتا۔ ایک سال اس میں صرف ہوا۔ وقفے وقفے سے واقعات نظم ہوتے گئے، مگر ان میں تسلسل قائم کرنا مشکل تھا۔ جس عنوان پر ذہن آمادہ ہوا وہ نظم کے پیراہن میں آ گیا۔ حیاتِ نبوی ﷺ کے حالات طیبہ آگے پیچھے لکھے گئے اور ترتیب بعد میں دے گئے ہیں، اس لئے دو ابواب کے بیچ اگر کہیں بے ربطی کا احساس ہو تو اسے اسی تناظر میں دیکھا جائے۔

قیصر الجعفری

ممبئی، ۷ر نومبر ۱۹۹۷ء

قیصر الجعفری

یہ کتاب اردو سافٹ ویئر ان پیج پروفیشنل کے اوریجنل ورژن میں لکھی گئی ہے۔

نام کتاب	:	چراغِ حرا
شاعر	:	قیصر الجعفری
والد	:	قاضی سید صغیر احمد جعفری
پیدائش	:	۱۴ر ستمبر ۱۹۲۶ (نظر گنج، الہ آباد)
وفات	:	۵ر اکتوبر ۲۰۰۵ء (ممبئی)
دیگر تصانیف	:	رنگِ حنا، دشتِ بے تمنا، سنگ آشنا، مولسری کے پھول، اگر دریا ملا ہوتا، نبوت کے چراغ، پتھر ہوا میں پھینکے
ناشر	:	قیصر الجعفری فورم

عرفان جعفری، Q-701، وفا پارک، قیصر الجعفری مارگ، کوسہ، ممبرا،
ضلع تھانے۔ ۴۰۰۶۱۲، فون: 09987792355

پہلی اشاعت	:	۱۹۹۷ء
اشاعتِ نو	:	اپریل ۲۰۱۲ء
سرِ ورق	:	عارف انجم، مالیگاؤں
کمپیوگرافی	:	غزالی ٹائپ سیٹرس اینڈ پرنٹرس، ممبئی contact.ghazali@gmail.com
طباعت	:	یونیورسل پریس، لوور پریل، ممبئی
قیمت	:	۳۰۰ر روپئے

ملنے کے پتے

عرفان جعفری، Q-701، وفا پارک، قیصر الجعفری مارگ، کوسہ، ممبرا،
ضلع تھانے۔ ۴۰۰۶۱۲، فون: 09987792355

غفران جعفری B-104، تنور باغ، حسرت موہانی روڈ، کوسہ، ممبرا، ضلع: تھانے

بلیک ورڈس پبلی کیشنز، تھانے

مکتبہ جامعہ لمیٹیڈ، نئی دہلی، علی گڑھ اور ممبئی

سیفی بک ایجنسی، امین بلڈنگ، ابراہیم رحمت اللہ روڈ، ممبئی۔ ۳

کتاب دار، جلال منزل، ٹیمکر محلہ، ممبئی۔ ۸

جن ہاتھوں میں چراغِ حرا ہے

ان سے گزارش ہے کہ وہ ابو جی

قیصر الجعفری

اور امّی

جنت بیگم

کے لئے مغفرت کی دعا کریں۔

پہلا ورق

۷؍مارچ ۹۶ء کی رات کا ابتدائی حصہ، دورانِ سفر موئی میں ایک مختصر سا قیام اور وہ مبارک و مسعود لمحات جب سیرتِ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ایک کتاب کے دورانِ مطالعہ اس خیال کا آنا کہ کیا اس مقدس موضوع پر نظم کہی جا سکتی ہے؟ آج اس منظوم کتاب کی تکمیل کے بعد میں انہیں اپنی زندگی اور شاعری کا حاصل نہ کہوں، یہ کیسے ممکن ہے؟ پہلے تو اپنی زندگی کے تعلق سے ایک عجیب سے پچھتاوے کا احساس طاری ہوا اور پھر محویت کے ایک دائرے میں، ذہن قید رہا اور آدھی رات تک تمہید کے اشعار ہوتے رہے جو اس کتاب میں ابتدائیے کے عنوان سے شامل ہیں۔ اور یہی اشعار ''چراغ حرا'' کی بنیاد بنے۔

رات گزر گئی مگر روشنی بھی دے گئی اور ایک گونہ بے خودی بھی۔ ابتدائیہ کے ایک ایک شعر سے اللہ کی تائید نظر آئی اور دنیا کی سب سے برگزیدہ شخصیت سرورِ کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدحت کا حوصلہ پیدا ہوا، ورنہ مجھ جیسے شاعر بے مایہ کی یہ مجال کہاں تھی کہ اس موضوع پر قلم اٹھاتا۔ ایک سال اس میں صرف ہوا۔ وقفے وقفے سے واقعات نظم ہوتے گئے، مگر ان میں تسلسل قائم کرنا مشکل تھا۔ جس عنوان پر ذہن آمادہ ہوا وہ نظم کے پیراہن میں آ گیا۔ حیاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حالاتِ طیبہ آگے پیچھے لکھے گئے اور ترتیب بعد میں دئے گئے ہیں، اس لئے دو ابواب کے بیچ اگر کہیں بے ربطی کا احساس ہو تو اسے اسی تناظر میں دیکھا جائے۔

عنوانات کے تعلق سے یہ عرض کر دینا ضروری ہے کہ کسی عنوان کے تحت جو کچھ لکھا گیا ہے اس میں بہت سی ایسی چیزیں بھی آ گئی ہیں جو بظاہر اس عنوان سے تعلق نہیں رکھتیں،

یعنی پیش نظر عنوان کے تحت دوسرے موضوع بھی آ گئے ہیں۔ لیکن اس سے اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کتنے ہی گوشے اجاگر ہوئے ہیں جو تاریخی حوالوں میں معتبر ہیں۔

واقعات میں کہیں تفصیل سے کام لیا گیا ہے اور کہیں اختصار سے، مگر ہر جگہ تشریحی اور تجزیاتی رنگ اختیار کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس منظوم کاوش کی تیاری میں تاریخِ اسلام اور سیرتِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر متعدد کتابیں پڑھی ہیں اور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے جو حالات قلم بند کرنے کی سعی کی ہے وہ مستند ہیں، نیز ان پر اہل الرائے متفق ہیں۔ یہ توفیق بھی اسی کی دی ہوئی ہے جس نے قلم دیا ہے۔

اس طویل مثنوی پر غزلیہ طرزِ فکر اور اسلوبِ ادا نظر آنا حیرت کی بات نہ ہوگی، کہ غزل کہتے عمر گزری ہے۔ مگر یہاں شاعری نے ایک سچے موضوع پر سچائی کا سفر کیا ہے اور میں نے اللہ سے ثابت قدمی کی توفیق طلب کرتے ہوئے پوری کوشش کی ہے کہ قلم ڈگمگانے نہ پائے۔

ادب واحترام کے ساتھ اس امر کا اظہار ضروری ہے کہ زبان وبیان پر بڑی توجہ دی ہے مگر کہاں کہاں لغزش ہوئی ہے مجھے معلوم ہے۔ اہلِ نظر سے چھپنا اور محال ہے۔ دو چار جگہ قوافی کے تعلق سے کوتاہی ہوئی ہے، اور بھی کوتاہیاں اور کمزوریاں ملیں گی جس کا مجھے اعتراف ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بے کراں سمندر ہیں۔ میری دو بوند شاعری سے اس میں کیا اضافہ ہوگا مگر یہ تمنا ضرور ہے کہ اس سمندر سے وابستگی کی سعادت حاصل ہو جائے۔

مجھے خوشی ہے کہ عزیز دوست جناب انتظار نعیم کی مسلسل توجہ دہانی سے مجھ کو اس بڑے کام کا حوصلہ ملا اور اب مسرت اور اطمینان ہے کہ انہیں کی توجہ خاص کے سبب ادارۂ ادب اسلامی ہند جیسی پروقار تنظیم کے ذریعہ سے "چراغِ حرا" کی اشاعت ہو رہی ہے۔ دونوں کے لئے دعائیں اور نیک تمنائیں۔

ممبئی، ۷ر نومبر ۱۹۹۷ء

جویائے کرم

قیصر الجعفری

(یہ مضمون چراغ حرا کی پہلی اشاعت پر لکھا گیا تھا)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابتدائیہ

منزلِ جاں کا سفر دربدری میں گزرا
جو بھی گزرا وہ عجب بے خبری میں گزرا
کوچہٗ فن میں بڑی گرد اڑائی میں نے
تھک گئے پاؤں مگر راہ نہ پائی میں نے
پھر بھی اک نورِ رسالت کہ خیالوں میں رہا
میں اندھیروں میں رہا، ذہن اجالوں میں رہا
رائیگاں ہونے کا احساس دلایا تو سہی
زندگی! تو نے مجھے آج رلایا تو سہی
آخرِ شب میں اجالوں کی بشارت دی ہے
ڈوبتی عمر کے لمحوں میں یہ فرصت دی ہے
فکر اب اپنے ستاروں کو نہ برباد کرے
روشنی ایسی بکھیروں کہ قلم یاد کرے
میرے اللہ! جو بن پائے وہ اب کرتا ہوں
اک بڑے کام کی توفیق طلب کرتا ہوں

سیرتِ احمدؐ مختار مجھے لکھنی ہے
مدحت سید ابرارؐ مجھے لکھنی ہے
میرے احساس کے شعلوں کو درخشندہ رکھ
جب تلک ٹوٹ نہ جاؤں، یہ قلم زندہ رکھ
رنگ سوکھے ہوئے پھولوں میں سمونا ہے مجھے
اپنے اشعار میں صدیوں کو پرونا ہے مجھے
ورقِ سادہ کی تقدیر سنورتی جائے
میری تحریر سے تاریخ ابھرتی جائے
ایک اک لفظ کو آئینہ بنا دوں یارب!
جو تصور میں ہے کاغذ پہ بچھا دوں یارب!
میرے افکار کو قطرے سے سمندر کر دے
میری تحریر کے پھولوں کو معطر کر دے
تیرے محبوب کی مدحت میں قلم اٹھا ہے
میرے ویرانے میں اک ابرِ کرم اٹھا ہے
میری بھیگی ہوئی پلکوں کا لہو تازہ ہے
آج تنہائی کی یکسوئی کا اندازہ ہے
ذہن میں کس گلِ نورس کا خیال آیا ہے
کس کی خوشبو ہے جو کاغذ میں جمال آیا ہے
سوچتا جاؤں مضامین نکلتے جائیں
لکھتا جاؤں مرے جذبات مچلتے جائیں

ساری تاریخ سمودے مری بینائی میں
آئیں مضمون اتر کر مری تنہائی میں
کوئی جلوہ نہ ہو آنکھوں میں، مدینے کے سوا
اور کچھ کام نہ ہو، عشق میں جینے کے سوا

سیرتِ پاک پہ لکھنے کی سعادت دے دے
میرے افکار، مری عمر میں برکت دے دے
میں نے لکھنے کی، ترے نام سے کی ہے ابجد
میرے اللہ! مدد!! اے مرے اللہ! مدد

اک گنہگار کے شعروں میں اثر تیرا ہے
انگلیاں میری ہیں اور ان میں ہنر تیرا ہے
مجھ سا انسان بھی توصیفِ پیمبرؐ لکھے
ایک قطرے کی یہ جرأت کہ سمندر لکھے

شعر اترتے ہیں، یہ الہام نہیں تو کیا ہے
ہاں، یہ انعام پہ انعام نہیں تو کیا ہے
جب قلم کھردرے کاغذ پہ رواں ہوتا ہے
مجھ کو جبریل کے اڑنے کا گماں ہوتا ہے

دیر تک خوشبوئے گیسوئے نبیؐ آتی ہے
کہکشاں سی مری آنکھوں میں کھنچی آتی ہے
مصرعہ مصرعہ پہ کھلی جاتی ہے زنجیرِ سخن
خواب دیکھیں تو دکھائی پڑے، تعبیرِ سخن

گوشۂ دل میں بزرگوں کی دعا رکھی ہے

جس نے اس رات میں، اک شمع جلا رکھی ہے

ہاں، اسی نور کے سائے میں سفر ہے میرا

جانے کن سخت مقاموں سے گزر ہے میرا

فکر یوں ٹوٹ کے برسے کہ بھگوئے رکھے

عشق کو درد کی لہروں میں ڈبوئے رکھے

صبح تابندہ رہے، شام بھی تابندہ رہے

جب تلک ہاتھوں میں جنبش ہے قلم زندہ رہے

انگلیوں سے ہی نہیں دیدۂ نم سے لکھوں

آنسوؤں میں جو ڈبو لوں تو قلم سے لکھوں

سرِ بازار بڑھا دی گئی قیمت میری

کوئی لکھواتا ہے، لکھتی ہے عقیدت میری

شام، ہر شام، خیالوں کی گلی میں گزرے

رات ، ہر رات مری، یادِ نبیؐ میں گزرے

روشنی کم نہ ہو کاغذ پہ قلم چلتا رہے

شعر ہی شعر میں ہر وصفِ نبیؐ ڈھلتا رہے

میں لکھوں اور لکھوں اور لکھوں اور لکھوں

کرۂ ارض پہ اسلام کا ہر دور لکھوں

کوئی پہلو نظر انداز نہ ہونے پائے

عرش سے نیچی یہ پرواز نہ ہونے پائے

حوصلہ دے کہ یہ آسان نہیں ہے اتنا
میری زنبیل میں سامان نہیں ہے اتنا
میرا اللہ لکھائے تو لکھا جائے گا
ورنہ سیرت کا احاطہ نہ کیا جائے گا
جذبۂ شوق کے صدقے، مجھے لے آیا کہاں
سیرتِ پاک کہاں، شاعرِ بے مایہ کہاں
کیا کہوں کوئے محمدؐ سے گزرنا کیا ہے؟
ان کے احسان کی امید ہے ورنہ کیا ہے
ان کا فرمان نگارش ہے، قلم ہے میرا
منزلِ عشقِ محمدؐ ہے، قدم ہے میرا
سیرتِ سیدِ کونینؐ ہے افسانہ نہیں
میرے قابو میں ابھی سے دلِ دیوانہ نہیں

☆☆☆

دورِ ابراہیمؑ

آؤ نظارہ کرو عہدِ براہیمی کا
سامنے دور ہے نمرود کی نمرودی کا
کھل اٹھے آگ کے شعلے بھی گلستاں کی طرح
پھول برسائے، ہواؤں نے بہاراں کی طرح
آگ بھی بھول گئی سارا جلانا جلنا
حق پہ ایمان تھا مشکل تھا نبیؑ کا جلنا
وہ جہنم جسے نمرود نے بھڑکایا تھا
سرِ دامانِ نبوت بھی نہ چھو پایا تھا
سعیٔ ناکام بنی ساری برائی اس کی
ہاتھ ملتی رہی تا عمر خدائی اس کی
دل میں ایماں ہو تو اللہ مدد دیتا ہے
ایک قطرے کو سمندر کی سند دیتا ہے
سو کنارے نظر آجاتے ہیں طوفانوں میں
ریت پھولوں سی برستی ہے بیابانوں میں

رتبۂ عشقِ براہیم دکھایا جائے
آیئے قصۂ تسلیم سنایا جائے
ایک سا خواب براہیم نے دیکھا کئی شب
کر رہا ہے کوئی نذرانۂ جاں ان سے طلب
جان جس پر بھی چھڑکتے ہو اسے نذر کرو
قیمتی جس کو سمجھتے ہو وہ شئی نذر کرو
مسئلہ حل نہ ہوا اونٹوں کی قربانی سے
خواب کی بات سمجھ پائے نہ آسانی سے
رب کی مرضی وہ سمجھ پائے کئی روز کے بعد
مسئلے جا کے سلجھ پائے کئی روز کے بعد
خواب میں روز اشارہ مرا رب کرتا ہے
جادۂ عشق میں بیٹے کو طلب کرتا ہے
اسمٰعیلؑ، امرِ شہادت میں یگانہ ٹھہرے
رسم تسلیم محبت میں یگانہ ٹھہرے
سر تسلیم تھا خم باپ کے آگے ان کا
رمز یہ تھا کہ نصیبے یونہی جاگے ان کا
جان کا خوف بھی اس راہ میں دیوار نہ تھا
عشق کو خواب کی تعبیر سے انکار نہ تھا
پھر بیابان نے منظر یہ انوکھا دیکھا
باپ کے ہاتھ میں شعلہ سا لپکتا دیکھا

پٹی آنکھوں پہ ہاتھوں میں چھری بھی دیکھی
نوک، معصوم کی گردن پہ دھری بھی دیکھی
رب کی مرضی تھی کہ جبریلؑ زمیں پر آئیں
منزلِ عشق کہیں جس کو وہیں پر آئیں
ان کے لائے ہوئے دنبے کو چھری کاٹ گئی
عشق زندہ ہے لہو گرم زمیں چاٹ گئی
شانِ اسلام بھی ہے جذبۂ ایمانی بھی
ہائے کیا چیز ہے بیٹے کی یہ قربانی بھی
اسمٰعیلؑ آج بھی امت کے نمائندہ ہیں
اسمٰعیلؑ اب بھی دل و جاں میں درخشندہ ہیں
اسمٰعیلؑ آج بھی ہیں صبر و رضا کے مظہر
اسمٰعیلؑ اب بھی ہیں آئینِ وفا کے مظہر
اسمٰعیلؑ آج بھی ہیں وجہ بنائے کعبہ
ان کی قربانی سے تازہ ہے ہوائے کعبہ
جو در و بام ہیں سب ایک ہی بنیاد سے ہیں
جو رسول آئے، براہیمؑ کی اولاد سے ہیں
سلسلے جتنے ہیں ذریتِ اسحاقؑ سے ہیں
جو ستارے ہیں وہ روشن اسی آفاق سے ہیں
کتنی صدیوں کی گزرگاہ بنا ان کا وجود
بھیجتے رہتے ہیں دونوں پہ فرشتے بھی درود

پھر یہی نور، رسولِ عربیؐ تک پہنچا
اتنا پھیلا کہ مدینے کی گلی تک پہنچا
اس اجالے سے در و بامِ حرم زندہ ہیں
دین زندہ ہے، نبی زندہ ہیں، ہم زندہ ہیں
آؤ تقویم کے اوراق پلٹ کر دیکھیں
آؤ صدیوں کے حجابات الٹ کر دیکھیں
دیکھیں اک دشت میں کعبے کی بنا کیسے پڑی
آسمانوں کی، سماعت میں صدا کیسے پڑی
غیر ذی زرع زمیں کیسے ہوئی ہے آباد
کس کے ہاتھوں پڑی اللہ کے گھر کی بنیاد
صرف تعمیلِ مشیت میں، سفر کیسے ہوا
ایک معصوم کا جنگل میں گزر کیسے ہوا
باپ نے چھوڑ دیا لختِ جگر کو کیسے
ماں نے صحرا میں بسایا نئے گھر کو کیسے
ان کے دن کیسے کٹے دشت کی تنہائی میں
خونِ دل کتنا جلا اس چمن آرائی میں
کوچۂ فن کے اصولوں سے نکل کر دیکھیں
آؤ کچھ شعر ذرا بحر بدل کر دیکھیں

☆☆☆
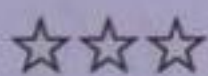
چشمۂ زم زم

غبارِ وقت کے پیچھے، وہ ایک منظر سا
مرے قلم سے چھلکنے لگا سمندر سا
وہ احترامِ مشیت، وہ جذبۂ تسلیم
اکیلا چھوڑ گئے ہاجرہ کو ابراہیمؑ
سلگتی دھوپ تھی، صحرا تھا اور تنہائی
جب اسمٰعیلؑ کو دیکھا تو آنکھ بھر آئی
نظر اٹھائی تو تا دور ریت پھیلی تھی
بس ایک جان کہ بچے کے ساتھ اکیلی تھی
ہوائے تند کے جھونکوں کی سیر گاہ تھی وہ
جہاں پرندہ نہ پر مارے ایسی راہ تھی وہ
عجیب حال تھا بے بام و در سرائے کا
نہ پانیوں کا ٹھکانہ کہیں نہ سائے کا
بڑے عجیب بیاباں میں لا بسائے گئے
بشر تو کیا ہے درندے جدھر نہ آئے گئے

کوئی چراغ نہ تھا، رات میں جلائیں کیا
لہو تھا خشک تو آنکھوں میں اشک آئیں کیا
شکستہ خواب کے ٹکڑے بچھے تھے راہوں میں
کہ دھوپ چھاؤں بھی باقی نہ تھی نگاہوں میں
پلک پلک پہ جما تھا غبارِ تنہائی
نظر جدھر بھی گئی، راستے سے لوٹ آئی
وہ گرد گرد ہوائیں وہ زرد زرد فضا
جھلس رہا تھا زمیں آسمان کا چہرا
سفید ریت کی چادر بچھی تھی میلوں تک
نظر کے پاؤں جلیں جب بھی جائیں ٹیلوں تک
قدم رکھیں تو رکھے بھی نہ جائیں پتھر پر
برس رہے تھے وہ شعلے زمین پر تر پر
دیارِ سنگ میں پانی کہیں نہ چھاؤں کہیں
قریب و دور کہیں آدمی نہ گاؤں کہیں
نہ ابر تھا نہ پرندے دکھائی دیتے تھے
ہوائے گرم کے جھونکے سنائی دیتے تھے
وہ اسمٰعیلؑ کا عالم تھا پیاس کے مارے
کہ ہونٹ جل کے ہوئے جا رہے تھے انگارے
بس ایک موت سرہانے دکھائی دیتی تھی
لبوں پہ آخری ہچکی سنائی دیتی تھی

سوال کرتے تھے آنسو یہ ماجرا کیا ہے
مرے خدا! مرے معصوم کی خطا کیا ہے
ہری بھری مری ڈالی ہوئی تو غم کیسا
بہار آئی تو اس پھول پر ستم کیسا
تمام دردِ تعلق بھلا کے چھوڑ گئے
خلیلؑ کیوں ہمیں صحرا میں لا کے چھوڑ گئے
میں بے زبان کہاں تک دعا کروں آخر
کوئی بتائے اکیلے، میں کیا کروں آخر
میں بھاگ بھاگ کے ٹیلوں پہ بار بار گئی
کہیں، کوئی نہ دکھائی دیا تو ہار گئی
مری غذا کے چھوہارے بھی ختم ہونے لگے
میں چپ کراؤں تو معصوم اور رونے لگے
یہ بھوک پیاس کا عالم کسے دکھاؤں میں
کہیں نہیں ہے تو پانی کہاں سے لاؤں میں
ہوائے سرد کا جھونکا ہی بھیج دے یا رب!
کہیں سے ابر کا ٹکڑا ہی بھیج دے یا رب!
کسے خبر تھی کہ دن اتنے سخت آئیں گے
غریب، آنکھ کے آنسو بھی سوکھ جائیں گے
دعائیں مانگتی، بچے کے منہ کو دیکھتی تھیں
وہ بار بار بیاباں کی سمت بھاگتی تھیں

کبھی صفا کبھی مروہ پہ جا کے پھرتی تھیں
کبھی سنبھلتیں، کبھی لڑکھڑا کے گرتی تھیں
مگر کہیں نہ کوئی قافلہ دکھائی دیا
جب اسمٰعیلؑ کا رونا انہیں سنائی دیا
اتر کے آتے ہی بچے کو کھیلتا دیکھا
خیال میں بھی نہ آئے وہ معجزا دیکھا
کہ اس کی ایڑی سے پانی کی دھار جاری ہے
زمیں کی کوکھ سے اک آبشار جاری ہے
فضا تمام چھلکتی ہوئی دکھائی پڑی
سکوتِ دشت میں آواز یہ سنائی پڑی
ہوائے چشمہ زم زم کو عام کرتے ہیں
ہم اس کے فیض کو دنیا کے نام کرتے ہیں
بنا رہے ہیں رسولوں کی سرزمین اسے
عطا کریں گے کبھی ختم مرسلینؐ اسے
یہ سعیٔ ہاجرہ ہے، رائیگاں نہ جائے گی
اس آستانے پہ تاریخ سر جھکائے گی

☆☆☆
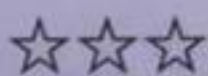
دورِ جاہلیت

اڑ چلا میرا قلم کئیوں صدی کے پہلے
کتنی تاریکی تھی عہدِ نبویؐ کے پہلے
کفر والحاد کا گھر گھر میں دھواں پھیلا تھا
وہم، ادراک میں، ذہنوں میں گماں پھیلا تھا
خانۂ کعبہ کی تصویر بدل ڈالی تھی
زندگی سب کی وہی لات وہبل والی تھی
بت پرستی کا سمایا تھا وہ سودا سر میں
تین سو ساٹھ خدا ایک خدا کے گھر میں
پتھروں اور درختوں کی پرستاری تھی
قوم کی قوم میں یہ روگ، یہ بیماری تھی
ذہن میں دین براہیم کہاں باقی تھا
شمع بازار میں چھینک آئے دھواں باقی تھا
مر چکے تھے دل وجاں، صرف بدن زندہ تھا
جو قبیلہ تھا جہالت کا نمائندہ تھا

بات بے بات ہی تکرار نکل آتی تھی
باپ بیٹے میں بھی تلوار نکل آتی تھی
گلیوں گلیوں میں عجب جنگ وجدل کا عالم
رہ گیا ردعمل، ردعمل کا عالم
در و دیوار نحوست کو لپیٹے ہوئے تھے
لوگ صدیوں کی نجاست کو سمیٹے ہوئے تھے
رقص عریاں سرِ بازار ہوا کرتا تھا
بھائی بہنوں کا خریدار ہوا کرتا تھا
ہر طرف قتل پسِ قتل کا دستور چلا
سلسلہ خون کا نکلا تو بہت دور چلا
لڑکیاں زندہ ہی مٹی میں دبا دی جاتیں
شمعیں روشن بھی نہ ہوتیں کہ بجھا دی جاتیں
میلے ٹھیلے سے گزرتے تو شرارت کرتے
ہر جگہ سینکڑوں بوجہل حکومت کرتے
خونِ ناحق کا تماشا تھی شجاعت ان کی
خاندانوں کی لڑائی تھی، ضرورت ان کی
رقصِ ابلیس کا ہنگامہ عجب جاری تھا
اک جنوں تھا کہ پسِ نام ونسب جاری تھا
جنگ چھڑتی تھی تو صدیوں کی خبر لیتی تھی
قبرِ اجداد سے بھی دادِ ہنر لیتی تھی

لوگ تہذیب وتمدن کو سمجھتے ہی نہ تھے
ایسی بے کارسی باتوں میں الجھتے ہی نہ تھے
گھیرے رہتی تھیں معیشت کی بلائیں ان کو
خیمہ خیمہ لئے اڑتی تھیں ہوائیں ان کو
کرتے رہتے تھے وہ صحرا پس صحرا کا سفر
صرف پانی کے لئے، ریت کے دریا کا سفر
روم اور شام کے بازاروں کو سر کرتے تھے
قافلے اہلِ تجارت کے سفر کرتے تھے
جیسے سردار ہوں، ویسے ہی قبیلے ہوتے
کچھ نہ ہوں پھر بھی قیامت کے ہٹیلے ہوتے
تھے ابو مطلب اک ایسے ہی سرداروں میں
سمجھے جاتے تھے جو کعبے کے نگہداروں میں
سر برآوردہ عرب میں تھا گھرانا ان کا
پاؤں چھوتا تھا زمانے کا زمانا ان کا
تولیت خانہ کعبہ کی تھی، منصب ان کا
رب کے ادراک سے خالی نہ تھا مذہب ان کا
کعبہ اس وقت بھی مقصودِ نظر سب کا تھا
تھے تو کافر مگر اللہ کا گھر سب کا تھا
ہر قبیلے کے لیے باعث اعزاز تھا وہ
سارے اطراف میں مشہور تھا ممتاز تھا وہ

حج کے دوران، عرب آن اکٹھے ہوتے
ناچتے، جھومتے سب آن اکٹھے ہوتے
ساری دنیا کے چڑھاوے وہاں آیا کرتے
لوگ پتھر کے خداؤں پہ چڑھایا کرتے
کعبے کے نام پہ سب جان لٹا دیتے تھے
حرف آئے تو لہو اپنا بہا دیتے تھے
ابرہہ دیکھ کے جلتا تھا وقارِ کعبہ
اس کی آنکھوں میں کھٹکتی تھی بہارِ کعبہ
اپنے برباد کلیسا کا بھی غم تھا اس کو
جس قدر ظلم وہ ڈھا سکتا تھا کم تھا اس کو
سوچتا رہتا تھا کعبے کا نشاں مٹ جائے
یہ براہیمؑ کے ہاتھوں کا مکاں مٹ جائے
آخر اس شخص نے کعبہ پہ چڑھائی کر دی
جتنا مقدور میں اس کے تھا، برائی کر دی
مُطّلب آئے یہ اعلان سرِ عام کیا
ان کے دل، ان کے بھروسے نے بڑا کام کیا
کیا کروں میں، یہ اگر جنگ کا میدان بنے
جس کا کعبہ ہے وہ کعبے کا نگہبان بنے
دوسرے کا میں نہیں بوجھ اٹھانے والا
میں تو چرواہا ہوں اک اونٹ چرانے والا

اونٹ مل جائیں مجھے اونٹ مرے اپنے ہیں
وہ سنبھالے درو دیوارِ حرم، جس کے ہیں
ہم نے کعبہ کی حفاظت کو خدا پر چھوڑا
یہ کہا اور بیاباں کی طرف منہ موڑا
ابرہہ فیل کو مہمیز لگاتا آیا
خانۂ کعبہ کی چوکھٹ پہ چڑھاتا آیا
فیل آگے نہ بڑھا، کانپ اٹھا، بیٹھ گیا
جب اٹھایا گیا تھوڑا سا بڑھا بیٹھ گیا
ابرہہ سوچ رہا تھا یہ تماشا کیا ہے
جانے، اللہ سے لڑنے کا نتیجہ کیا ہے
یک بہ یک اڑ کے ابابیل کا لشکر آیا
چونچ بھر بھر کے، گراتا ہوا کنکر آیا
چوٹ وہ آئی کہ سب ہو گیا بھوسا بھوسا
ہڈیاں چاٹ گیا، خون بدن کا چوسا
فیلِ خوں خوار بھی غصے میں پلٹ کر بھاگا
اپنے آقاؤں کے لشکر کو الٹ کر بھاگا
ابرہہ والے پراگندہ سفر راہ میں تھے
مُطّلب بیٹھے ہوئے اپنی چراگاہ میں تھے
کعبے والے ہی نے کعبے کی حفاظت کر دی
سورۂ فیل نے تصدیقِ حقیقت کر دی

اس کے پیچھے ہی تھی محبوبِ خدا کی آمد
ایک ویران بیاباں میں، صبا کی آمد
راہ سے لوٹ گئی جو شبِ تار آئی تھی
جب خزاں ٹوٹ کے بکھری تو بہار آئی تھی

☆☆☆

آمد

صبح صادق کے دھندلکوں سے سحر جھانکتی تھی
نور ہی نور تھا، جس سمت نظر جھانکتی تھی
ڈوبنے والے ستاروں سے فضا تھی روشن
پرتوِ مہر کے آنے کی صدا تھی روشن
آسمانوں پہ فرشتوں کے پرے پھرتے تھے
اپنے دامن میں اجالوں کو بھرے پھرتے تھے
ریگِ صحرا کو بھی شبنم نے بھگو رکھا تھا
رات نے خود کو کھجوروں میں سمو رکھا تھا
روشنی عرش کی مکے کے در و بام پہ تھی
منزلِ بعثتِ نبیؐ، سامنے دو گام پہ تھی
آمنہؓ مرحلۂ درد میں آرام سے تھیں
حجلۂ قدس میں حوریں بھی سرِ شام سے تھیں
بطنِ مادر میں جو موتی تھا زمرد ٹھہرا
دھوم مکے میں ہوئی نام محمدؐ ٹھہرا

وہ محمدؐ، جسے سرمایۂ جاں ہونا تھا
وہ نبیؐ، جس کو یتیمی میں جواں ہونا تھا

وہ محمدؐ، ابوطالب کی نظر کا تارا
وہ نبیؐ، ظلمتِ عالم میں سحر کا تارا

وہ محمدؐ، کہ صحیفوں میں خبر تھی جس کی
وہ نبیؐ، عالمِ فردا پہ نظر تھی جس کی

وہ محمدؐ، جسے تقدیسِ حرم ہونا تھا
وہ نبیؐ، جس کو شہِ جود و کرم ہونا تھا

وہ محمدؐ، جسے صحرا کی اذاں ہونا تھا
وہ نبیؐ، جس کو زمانے کی زباں ہونا تھا

وہ محمدؐ، کہ مقدر کو جگانا تھا جسے
وہ نبیؐ، کلمہ توحید پڑھانا تھا جسے

وہ محمدؐ، کہ وطن وادیٔ بطحیٰ جس کا
وہ نبیؐ، مُطلّبی، ہاشمی، شجرا جس کا

وہ محمدؐ، کہ یہ سب کون و مکاں جس کا تھا
وہ نبیؐ، سارا جہاں، سارا جہاں جس کا تھا

وہ محمدؐ، جسے دنیا میں امیں بننا تھا
وہ نبیؐ، جس کو سراپائے یقیں بننا تھا

وہ محمدؐ، جسے ظلمات کو سر کرنا تھا
وہ نبیؐ، جس کو ستاروں میں سفر کرنا تھا

وہ محمدؐ، جسے کونین پہ چھا جانا تھا
وہ نبیؐ، جس کو اجالوں میں نہا جانا تھا
وہ محمدؐ، جسے تکمیلِ خودی کرنی تھی
وہ نبیؐ، جس کو روایت شکنی کرنی تھی
وہ محمدؐ، وہ پیمبر، وہ رسولِ آخر
وہ نبیؐ، سارے اصولوں میں اصولِ آخر
وہ محمدؐ، جسے دنیاؤں کی دنیا کہیے
وہ نبیؐ، جس کو مشیت کا اشارہ کہیے
وہ محمدؐ، جسے انسانِ مکمل کہیے
وہ نبیؐ، جس کی رسالت کو مسلسل کہیے
وہ محمدؐ، جسے معراجِ بشر ملنی تھی
وہ نبیؐ، جس کو حجابوں کی خبر ملنی تھی
وہ محمدؐ، جسے تکمیلِ نبوت کہیے
وہ نبیؐ، جس کو شریعت ہی شریعت کہیے
وہ محمدؐ، جسے ہجرت کا سفر کرنا تھا
وہ نبیؐ، جس کو مدینے میں گزر کرنا تھا
وہ محمدؐ، کہ زمانے پہ کرم جس کا پڑا
وہ نبیؐ، عرش معلیٰ پہ قدم جس کا پڑا
وہ محمدؐ، کہ تراشی نئی منزل جس نے
وہ نبیؐ، توڑ دیئے بازوئے باطل جس نے

وہ محمدؐ، کہ دل و جاں میں تھا ڈیرا جس کا

وہ نبیؐ، وقت سے آگے تھا پھریرا جس کا

وہ محمدؐ، کہ سبھی سلطنتیں جس کی تھیں

وہ نبیؐ، عشق کی سب مملکتیں جس کی تھیں

وہ محمدؐ، کہ شجر جس کا، حجر جس کا تھا

وہ نبیؐ، معجزۂ شقِ قمر جس کا تھا

وہ محمدؐ، کہ جہاں، آئینہ خانہ جس کا

وہ نبیؐ، سارے زمانے کا خزانہ جس کا

آمنہؓ پھول ہیں، خوشبو ہیں ''محمدؐ'' ان کی

انتہا کوئی تھی ان کی، نہ کوئی حد ان کی

☆☆☆

طلوعِ سحر

پھراس کے بعد رخِ مصطفیٰؐ ہوا روشن
پھراس کے بعد سمک تا سما ہوا روشن
پھراس کے بعد بطونِ زمیں ہوا تازہ
پھراس کے بعد ضمیرِ ہوا ہوا روشن
پھراس کے بعد سکوت و جمود ٹوٹ گیا
پھراس کے بعد شعورِ نوا ہوا روشن
پھراس کے بعد نئے طَور آشکار ہوئے
پھراس کے بعد چراغِ حرا ہوا روشن
پھراس کے بعد سیاہی کے داغ مٹنے لگے
پھراس کے بعد جمالِ خدا ہوا روشن
پھراس کے بعد محبت کے راستے نکلے
پھراس کے بعد سراغِ وفا ہوا روشن
پھراس کے بعد حمیت کا کاروبار چلا
پھراس کے بعد وقارِ حیا ہوا روشن

پھر اس کے بعد طلسمِ اثر کا ذکر چلا
پھر اس کے بعد فسونِ دعا ہوا روشن
پھر اس کے بعد نئی منزلیں نظر آئیں
پھر اس کے بعد نیا راستہ ہوا روشن
پھر اس کے بعد پسِ آئینہ ستارے کھلے
پھر اس کے بعد سرِ آئینہ ہوا روشن
پھر اس کے بعد جلے دور تک چراغِ حرم
پھر اس کے بعد وراء الورا ہوا روشن
جہاں کوئی نہیں پہنچا وہاں رسولؐ گئے
سوادِ رہ گزرِ نارسا ہوا روشن

☆☆☆

سراپائے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

پہلے دو بوند نظر، شمعِ حرم سے کھینچوں
پھر محمدؐ کا سراپا، میں قلم سے کھینچوں

نور ہی نور سے معمور تھا سینہ ان کا
مشک و عنبر سا مہکتا تھا پسینہ ان کا

چہرۂ پاک پہ والشّمس کی تابانی تھی
دیکھ کر چاند سا منہ، چاند کو حیرانی تھی

سرو بھی پاؤں چھوئے، وہ قدِ بالا ان کا
مسکرائیں تو اڑے جگ میں اجالا ان کا

لبِ لعلیں سے گلابوں کی مہک آتی تھی
دیکھ لیتے تو ستاروں میں، چمک آتی تھی

زلف اڑتی تھی تو رحمت کی گھٹا لگتی تھی
بات کرتے تھے تو ہونٹوں پہ دعا لگتی تھی

دانت کھل جائیں تو آنکھوں کو گہر لگتے تھے
کلمہ پڑھتے تھے تو آواز کو پر لگتے تھے

جا کے پڑتا تھا ستاروں پہ تبسم ان کا
نور ہی نور تھا اندازِ تکلم ان کا
قاتلوں سے بھی وہی ربطِ مسیحائی تھا
ہائے کس موڑ پہ اندازِ شکیبائی تھا
آندھیوں میں بھی وہی شمع درخشندہ تھی
شخصیت سارے رسولوں کی نمائندہ تھی
روح میں، دل میں وہی سوزِ براہیمیؑ تھا
وہی کردار، وہی جذبۂ تسلیمی تھا
ابھی ہونٹوں پہ نہ آتی تھیں دعائیں ان کی
سن لیا کرتا تھا اللہ صدائیں ان کی
عرصۂ جنگ میں رو رو کے مناجاتیں ہوں
پھول برسائیں جہاں خون کی برساتیں ہوں
ان کی تلوار اٹھی پھول کھلانے کے لئے
جنگ تھی حق کے لئے، فتح زمانے کے لئے

☆☆☆

سعدیہ حلیمہؓ

بے خودی چھائی رہے فکر بھی ہم راز رہے
میری تحریر میں تاریخ کا انداز رہے
اپنی جانب سے کوئی واقعہ پیوند نہ ہو
میرا فن حرف وحکایات کا پابند نہ ہو
وہ لکھوں جس کو مشاہیرِ قلم لکھ کے گئے
وہ دکھاؤں جسے آئینہ رقم لکھ کے گئے
عہدِ طفلی شہہِ کونینؐ کا کیا گزرا
چند اوراق میں لکھ جاؤں کہ کیا کیا گزرا
ماں کی آغوش میں جب نورِ سراپا آیا
عالم کفر میں اک زلزلہ جیسا آیا
قصرِ کسریٰ کے کنگوروں میں کئی ٹوٹ گرے
سب کے ہاتھوں سے زمیں چھوٹ گئی ٹوٹ گرے
روشنی بجھ گئی فارس کے شبستانوں کی
اڑ گئی نیند ذرا دیر میں ایوانوں کی

یہ اشارہ تھا کہ اب کفر مٹا چاہتا ہے
نورِ ایماں کا زمانہ ہو، خدا چاہتا ہے
آمنہؓ کی جو محمدؐ پہ نظر پڑتی تھی
چاندنی ان کی نگاہوں میں اتر پڑتی تھی
ان کی انگنائی میں چمکا تھا ستارا ایسا
چشمِ آفاق نے دیکھا نہ دوبارا ایسا
بچپنا دوسرے بچوں سے جداگانہ رہا
کھیل اور کود سے ہر چیز سے بےگانہ رہا
جانے کس دور سے یہ رسم چلی آتی تھی
خادمہ دودھ پلانے کو رکھی جاتی تھی
پرورش کرتی تھیں بچوں کی جو ماؤں کی طرح
لوریاں جن کی مہکتی تھیں دعاؤں کی طرح
دور و نزدیک سے آتا تھا قبیلہ ان کا
تھا یہی ایک گزارے کو وسیلہ ان کا
آمنہؓ سے، کوئی کیا دیکھ کے سودا کرتا
کون بن باپ کے بچے کی تمنا کرتا
یہ سعادت تھی حلیمہؓ کے قبیلے کے لئے
یہ گلِ نو تھا بنی سعد کے ٹیلے کے لئے
سال دو سال گزاریں انھیں بے گانوں میں
بکریاں جا کے چرائیں وہ بیابانوں میں

تربیت گاہِ محمدؐ یہی ویرانہ تھا
اس خزانے کو بنی سعد کے گھر جانا تھا
سعدیہؓ گود میں انوارِ سحر لے کے گئیں
مل گئی دولتِ کونین تو گھر لے کے گئیں
رزق کی راہ گزر ہی سے فراوانی ہوئی
راستے میں انہیں یہ دیکھ کے حیرانی ہوئی
دودھ چھاتی سے چھلکنے لگا زم زم کی طرح
مامتا دل پہ برسنے لگی شبنم کی طرح
ناقۂ مردہ کی رفتار بھی یوں تیز ہوئی
ریگزاروں کی مسافت بھی دل آویز ہوئی
لہرا اٹھنے لگی سوکھے ہوئے دریاؤں میں
برکتیں پھیل گئیں ریت کے صحراؤں میں
خود پہ جب دائی حلیمہؓ کی نظر جاتی تھی
آنکھ معصوم کے چہرے پہ ٹھہر جاتی تھی
پھول برساتی ہوئی بادِ مراد آتی تھی
دیر تک آمنہؓ خاتون کی یاد آتی تھی
گود میں ان کی امانت تھی سفر جاری تھا
جھومتی جاتی تھیں وہ عالم سرشاری تھا
گھر جو پہنچیں تو وہاں بھی یہی اندازہ ہوا
در و دیوار کو دیکھا تو یقیں تازہ ہوا

یہ جو برکت ہے اسی طفلک معصوم کی ہے
راز اللہ کا ہے بات یہ مقسوم کی ہے
پھول بکھرانے لگے ان کے قدم راہوں پر
یہ بھی احسانِ محمدؐ تھا چراگاہوں پر
سروری جن کی بشارت تھی زمانے کے لئے
بکریاں لے کے نکل جاتے چرانے کے لئے
کالی کملی کو بچھا لیتے تھے گاہے گاہے
تھک کے جنگل میں جو بچپن کبھی سونا چاہے
ان کی باتوں میں عجب بات نظر آنے لگی
ایک انہونی سی دن رات نظر آنے لگی
ایک پل ایسا بھی تنہائی میں اک دن گزرا
حادثہ تھا کہ کوئی معجزہ، لیکن گزرا
ان کے ریوڑ کے قریب ایک فرشتہ اترا
آسمانوں سے وہ میدان میں سیدھا اترا
دل کو سینے سے نکالا، اسے دھویا دھایا
کیا ہوا، کیسے ہوا کچھ نہ سمجھ میں آیا
خون میں نور بھرا ساری کثافت دھوئی
راز کی بات تھی کیا راز سمجھتا کوئی
کون جانے کہ مشیت کا ارادہ کیا تھا
دیکھنے والے پریشان تھے قصہ کیا تھا

اپنے بیٹوں سے حلیمہؓ نے یہ روداد سنی
دل کی دھڑکن سے جو آئی تھی وہ فریاد سنی
کسی آسیب کا ڈر پھیل گیا چہرے پر
بوجھ سا ٹوٹ پڑا جیسے کوئی سینے پر
جانے یہ کیسی قیامت ہے خدا خیر کرے
آمنہؓ کی یہ امانت ہے خدا خیر کرے
آج اتنا ہوا، کیا جانئے آگے کیا ہو
سامنے عمر پڑی ہے کسی لمحے کیا ہو
دل کو تھامے ہوئے بیٹھی تھیں حلیمہؓ دائی
فیصلہ کرنے میں کچھ دیر نہ ہونے پائی
دل کو تڑپائے تو تڑپائے محبت ان کی
ماں کے آغوش میں دے آئیں امانت ان کی

☆☆☆

مکہ نامہ

دُرِّ یتیم کے جلوے جو آشکارا ہوئے
تو خاکِ مکہ کے ذرّے بھی ماہ پارا ہوئے
وہ مُطّلِب کے گھرانے کی روشنی ٹھہرا
ذرا سی عمر میں شہکارِ آگہی ٹھہرا
بڑے عروج پہ تھا خاندانِ ہاشم بھی
قریب و دور کے شہروں میں تھے مراسم بھی
یہ خاندان اثاثے تمام رکھتا تھا
یہ ملک ملک تجارت میں نام رکھتا تھا
اسی کے ہاتھ میں مکے کا انصرام بھی تھا
معاشرے کی نگاہوں میں احترام بھی تھا
دلاورانہ عزائم تھے، بردباری بھی
یہ پتھروں کے نگہباں بھی تھے، پجاری بھی
کلیدِ خانۂ کعبہ انھیں کے ہاتھ میں تھی
چراغ ساتھ میں تھے، تیرگی بھی ساتھ میں تھی

یہ اپنی ذات میں کھوئے ہوئے سے رہتے تھے
جگائے کون کہ سوئے ہوئے سے رہتے تھے
انا میں چور تھا، یہ خاندان ایسا تھا
مگر عرب کے لئے سائبان ایسا تھا
الگ سے لگتے تھے، وہ حال تھا محمدؐ کا
ابھی کہ صرف چھٹا سال تھا محمدؐ کا
کہ ماں کے پیار کا بھی سر سے اٹھ گیا سایا
مدینے جا کے سفر آخرت کا پیش آیا
وہ مکہ آ نہ سکیں، وقت شام آ پہنچا
سفر کے بیچ، قضا کا پیام آ پہنچا
مزار پاک مدینے کے ایک گاؤں میں ہے
ہزاروں سال سے جو رحمتوں کی چھاؤں میں ہے
گلے لگائے رہے مُطّلِب انہیں برسوں
پلے سکون سے دادا کی گود میں برسوں
جب ان کی عمر کا سرمایہ ختم ہونے لگا
تو دل یہ سوچ کے بے اختیار رونے لگا
کہ اس گھر کو کسی کے سپرد کر جائیں
پھر اس کے بعد، تسلی کے ساتھ مر جائیں
زبان پر ابوطالب کا نام آنا تھا
یہ فیصلہ بھی بہ اندازِ عارفانہ تھا

کہ ان کے جذبۂ ایثار پر یقیں تھا انھیں
عزیز بیٹے کے کردار پر یقیں تھا انھیں
کئی برس ابوطالب کی سرپرستی رہی
خزاں کے دور میں ان کی دعا برستی رہی
انھیں خیال رہا باپ کی وصیت کا
سلوک کرتے رہے عمر بھر محبت کا
سفر میں ساتھ رکھا، منزلوں میں ساتھ رکھا
ستم کسی نے جو توڑا تو سر پہ ہاتھ رکھا
بحیرا شام کے گرجا کا راہبِ اعظم
نظر میں جس کی تھے، سارے مذاہبِ اعظم
وہ اک بزرگ تھا، گہری نگاہ رکھتا تھا
بشارتوں پہ بڑی دست گاہ رکھتا تھا
کبھی کبھی ابوطالب جو شام جاتے تھے
تو اس سے ملنے بصد اہتمام جاتے تھے
خوشی سے جھوم اٹھا قافلے کی آمد پر
پڑی نگاہِ بحیرا رخِ محمدؐ پر
تو سر پہ سایۂ ابرِ رواں نظر آیا
پیمبری کا نشاں، بے گماں نظر آیا
کمال کی تھی بحیرا کی پیش گوئی بھی
کہ اس کے علم پہ کر لے یقین کوئی بھی

بٹھا کے پاس، ابوطالب کو سو دعائیں دیں

جہاں یہ راز بتایا وہیں یہ رائیں دیں

کہ ہونہار بھتیجے پہ مہرباں رہنا

نگاہ بد سے بچانا انہیں، جہاں رہنا

سنو! کہ اس پہ نبوت اترنے والی ہے

تمہارے گھر سے یہ خوشبو بکھرنے والی ہے

خدیجہؓ مکے میں اک مال دار بیوہ تھیں

دیارِ کفر و ضلالت میں زہد شیوہ تھیں

تمام ملک میں پھیلا تھا کاروبار ان کا

تھا شام و بصرہ کے بازار میں وقار ان کا

گھری ہوئی سی جو ہنگامۂ معاش میں تھیں

سو ایک صاحبِ کردار کی تلاش میں تھیں

امینِ مکہ پہ آخر نگاہ پڑنی تھی

کہ دو دلوں میں یونہی رسم و راہ پڑنی تھی

تعلقات جو آپس میں تاجرانہ ہوئے

وہ عمر بھر کی محبت کا اک بہانہ ہوئے

چراغِ راہ وہ المختصر بنیں آخر

نکاح کر کے رفیقِ سفر بنیں آخر

انہیں شفیق، انہیں مہرباں سمجھتی ہے

تمام ملتِ اسلام، ماں سمجھتی ہے

کہ ان کے جذبۂ ایثار پر یقیں تھا انہیں
عزیز بیٹے کے کردار پر یقیں تھا انہیں
کئی برس ابوطالب کی سرپرستی رہی
خزاں کے دور میں ان کی دعا برستی رہی
انہیں خیال رہا باپ کی وصیت کا
سلوک کرتے رہے عمر بھر محبت کا
سفر میں ساتھ رکھا، منزلوں میں ساتھ رکھا
ستم کسی نے جو توڑا تو سر پہ ہاتھ رکھا
بحیرا شام کے گرجا کا راہبِ اعظم
نظر میں جس کی تھے، سارے مذاہبِ اعظم
وہ اک بزرگ تھا، گہری نگاہ رکھتا تھا
بشارتوں پہ بڑی دست گاہ رکھتا تھا
کبھی کبھی ابوطالب جو شام جاتے تھے
تو اس سے ملنے بصد اہتمام جاتے تھے
خوشی سے جھوم اٹھا قافلے کی آمد پر
پڑی نگاہِ بحیرا رخِ محمدؐ پر
تو سر پہ سایۂ ابر رواں نظر آیا
پیمبری کا نشاں، بے گماں نظر آیا
کمال کی تھی بحیرا کی پیش گوئی بھی
کہ اس کے علم پہ کر لے یقین کوئی بھی

بٹھا کے پاس، ابو طالب کو سو دعائیں دیں
جہاں یہ راز بتایا وہیں یہ رائیں دیں
کہ ہونہار بھتیجے پہ مہرباں رہنا
نگاہ بد سے بچانا انہیں، جہاں رہنا
سنو! کہ اس پہ نبوت اترنے والی ہے
تمہارے گھر سے یہ خوشبو بکھرنے والی ہے
خدیجہؓ مکے میں اک مال دار بیوہ تھیں
دیارِ کفر و ضلالت میں زہد شیوہ تھیں
تمام ملک میں پھیلا تھا کاروبار ان کا
تھا شام و بصرہ کے بازار میں وقار ان کا
گھری ہوئی سی جو ہنگامۂ معاش میں تھیں
سو ایک صاحبِ کردار کی تلاش میں تھیں
امینِ مکہ پہ آخر نگاہ پڑنی تھی
کہ دو دلوں میں یونہی رسم و راہ پڑنی تھی
تعلقات جو آپس میں تاجرانہ ہوئے
وہ عمر بھر کی محبت کا اک بہانہ ہوئے
چراغِ راہ وہ المختصر بنیں آخر
نکاح کر کے رفیقِ سفر بنیں آخر
انہیں شفیق، انہیں مہرباں سمجھتی ہے
تمام ملتِ اسلام، ماں سمجھتی ہے

وہ ان کا حسنِ کرم، وہ شعورِ ایمانی
کہ آج تک ہے دلوں پر انہیں کی سلطانی

زمیں کا نور اڑا، آسمان پر چھلکا
کہ فاطمہؓ بھی ہیں موتی انہیں کے آنچل کا

یہ نورِ ذات بھی تھا نورِ کائنات بھی تھا
فروغِ دین کے جلووں میں اس کا ہاتھ بھی تھا

☆☆☆

کعبہ کی تعمیرِ نو

بنائے کعبہ ہزاروں برس پرانی ہوئی
کچھ ایسی ریگ بیاباں کی مہربانی ہوئی
کہ ٹوٹ پھوٹ کے آثار ہو گئے طاری
شکستہ ہونے لگی وہ چہار دیواری
خدا کے گھر میں عبادت بتوں کی جاری تھی
مرمت اس کی قبیلوں کی ذمہ داری تھی
اٹھے تمام قبیلے بنامِ لات و منات
کہ سب کی عزت و حرمت کی آپڑی تھی بات
بغیر چھت کی عمارت خراب لگتی تھی
ذرا سی ریت کی بارش عذاب لگتی تھی
خدا کا گھر جو کمائی کا اک بہانا تھا
کسی طرح سے اسے پھر نیا بنانا تھا
خدا کے نام کا اتنا تو احترام کیا
فقط حلال کمائی کا انتظام کیا

عجیب حال تھا اس وقت ساری بستی کا
کہ ایک جال سا پھیلا تھا خود پرستی کا
بتوں پہ روز چڑھاوے چڑھائے جاتے تھے
کنویں میں سارے خزانے چھپائے جاتے تھے
وہاں سے چشمہ زم زم بھی ہو گیا غائب
جو تھا زمین پہ، مٹی میں دھنس گیا وہ سب
نہ جانے کون سا عفریت آ کے بیٹھا تھا
کہیں اندھیرے میں قبضہ جما کے بیٹھا تھا
وہ رنگ روپ میں لگتا تھا اژدھے جیسا
زمیں لرز اٹھے، پھنکارتا تھا وہ ایسا
کوئی پرندہ اسے لے کے اڑ گیا اک دن
ہوا یہ خانۂ کعبہ میں معجزہ اک دن
نئے سرے سے مرمت کا مسئلہ پھر تھا
خدا کے گھر کی شہادت کا مسئلہ پھر تھا
ہوا یہ فیصلہ تعمیرِ نو ضرور کریں
اس آئینے سے، زمانے کی گرد دور کریں
سوال تھا در و دیوار کون توڑے گا
بتوں نے چھوڑ دیا تو خدا نہ چھوڑے گا
یہ کعبہ حضرت آدمؑ کی یادگار بھی تھا
یہ اسمٰعیلؑ و براہیمؑ کا وقار بھی تھا

ہوائیں چاٹ چکی تھیں جگہ جگہ اس کو
بنایا جانا تھا اب تیسری دفعہ اس کو
ولید آگے بڑھے اور توڑ دی دیوار
پڑی کدال تو پتھر نے چھوڑ دی دیوار
پھر اس کے بعد تو بڑھ بڑھ کے لوگ آنے لگے
قریب و دور سے ساماں اٹھا کے لانے لگے
اٹھا اٹھا کے جو پتھر حضور لاتے تھے
کبھی کبھی تو پسینے میں ڈوب جاتے تھے
یہ سنگ و خشت نہ تھے پھول آسمان کے تھے
کہ ڈھونے والے، شہنشاہ دو جہان کے تھے
خدا کے گھر میں خدا کا رسول کام کرے
تو اس زمیں کو نہ کیوں آسماں سلام کرے
تمام قوم پہ جیسے نشہ سا طاری تھا
کئی دنوں سے یہ کارِ ثواب جاری تھا
سبھی کو دھن تھی کہ یہ اہتمام ہو جائے
کہ جلد جلد عمارت تمام ہو جائے
ہر ایک حج کے مہینے کے انتظار میں تھا
سبھوں کا دھیان چڑھاوے کے کاروبار میں تھا
بہت قریب وہ دن رات آنے والے تھے
قریش جن میں ہزاروں کمانے والے تھے

غرض کہ بن گیا کعبہ خدا خدا کر کے
مگر عجیب سا اک مسئلہ کھڑا کر کے
مٹا سکے یہ فریبِ غرور کی حد کون
سوال تھا کہ کرے نصب سنگِ اسود کون
وہ کائناتِ عقیدت وہ یادگارِ قدیم
وہ سنگ جس پہ پڑے نقشِ دستِ ابراہیمؑ
خدائے پاک کی کچھ خاص برکتوں والا
وہ سنگ، سب کے دلوں پر حکومتوں والا
اٹھا کے لائے تھے جنت سے جس کو جبرائیلؑ
وہ بوسہ گاہ جنابِ خلیلؑ و اسمٰعیلؑ
پھر ایک روز یہ رتبہ نصیب ہونا تھا
اسے رسول کا بوسہ نصیب ہونا تھا
یہ مرحلہ بھی بڑا انتشار والا تھا
کہ جس نے سب کو پریشانیوں میں ڈالا تھا
ہر ایک کہنے لگا اس پہ حق ہمارا ہے
اسے خدا نے ہمارے لئے اتارا ہے
بس اتنی بات پہ لڑنے کو ہو گئے تیار
ہر ایک شخص نے ہاتھوں میں کھینچ لی تلوار
بنامِ کعبہ جو کچھ دیر میں جنوں ٹھہرا
معاہدہ بڑی مشکل کے بعد یوں ٹھہرا

جو صبح صبح درِ کعبہ کھٹکھٹائے گا
طواف کرنے جو سورج نکلتے آئے گا
قبول سب کو اسی کا کہا ہوا ہوگا
اسی کے ہاتھ سے جھگڑے کا فیصلہ ہوگا
سحر ہوئی تو وہاں سایا سا دکھائی دیا
اٹھائے کعبہ میں دستِ دعا دکھائی دیا
پتہ چلا کہ محمدؐ تھے کوئی اور نہ تھا
کسی کا رمزِ مشیّت پہ کچھ بھی زور نہ تھا
جو ممکنات سے باہر تھا، ممکنات میں تھا
کہ فیصلہ اسی صاحب نظر کے ہاتھ میں تھا
پھر اس کے بعد یہ دنیا نے فیصلہ دیکھا
وہ سنگ چادرِ سرکار پر رکھا دیکھا
زمیں پہ دور تلک روشنی سی پھیلی تھی
بنی تھی نور سے چادر جو میلی میلی تھی
جو لوگ برسرِ پیکار ہو کے بیٹھے تھے
ذرا سی بات پہ تلوار ہو کے بیٹھے تھے
نظر سے چوم رہے تھے وہ سنگِ اسود کو
کبھی وہ دیکھتے چادر کبھی محمدؐ کو
جنھیں یہ ضد تھی کہ پتھر ہمی کو رکھنا ہے
انہیں یہ حکم کہ چادر پکڑ کے چلنا ہے

غرور، نام، نسب، سارے تار ڈھیلے ہوئے
شریکِ رسمِ عقیدت سبھی قبیلے ہوئے
وہ جنگ ٹل گئی سر سے جو ہونے والی تھی
جو دشت و در کو لہو میں ڈبونے والی تھی
جمالِ دستِ محمدؐ چھلک رہا ہے وہیں
جہاں رکھا تھا وہ پتھر چمک رہا ہے وہیں
یہ اک سیاہ ستارہ، زمیں کی شام کا ہے
یہ اک چراغ خلیل خدا کے نام کا ہے
یہ بات جہل کی بستی میں منصفانہ تھی
پیمبری کی نہیں تھی پیمبرانہ تھی
جلی نہیں تھی مگر شمع میں اجالا تھا
پیمبری کا زمانہ بھی آنے والا تھا
نبی کا نور حجابات میں چھپا تھا ابھی
یہ آفتاب، سیہ رات میں چھپا تھا ابھی
کتابِ عہد کی ترتیب ہو رہی تھی ابھی
نئے شعور کی تہذیب ہو رہی تھی ابھی
شب سیہ میں نئی صبح پل رہی تھی ابھی
ہوا کے ذہن میں خوشبو مچل رہی تھی ابھی
بہار لالہ و گل تھی پسِ نقاب ابھی
چھپے تھے خاک میں بادِ صبا کے خواب ابھی

سمندروں سے وہ موتی نکلنے والا تھا
جو اپنے سیپ کی قسمت بدلنے والا تھا
ابھی عرب میں سفیرِ سحر نہ آیا تھا
نکل رہا تھا اجالا، نظر نہ آیا تھا

☆☆☆

حرا

نہ جانے کون سے غم میں حضور بیٹھے تھے
حرا کے غار میں مکّے سے دور بیٹھے تھے
بدن چھپائے ہوئے تھے سیاہ کمبل میں
کہ جیسے چاند کو نیند آ گئی ہو بادل میں
خموشیوں کا تسلط تمام غار میں تھا
سکوت جیسے بکھرنے کے انتظار میں تھا
چراغ میں کوئی لو تھی، نہ تھرتھراہٹ تھی
ہوا چلے بھی تو آواز تھی، نہ آہٹ تھی
زمیں پہ جیسے ستارا اترنے والا ہو
خدا قریب سے ہو کر گزرنے والا ہو
نظر ٹھہرتی نہ تھی ملگجے دھندلکوں پر
دھواں سا ٹوٹ کے بکھرا ہو جیسے پلکوں پر
خیال ناپ رہا تھا خلا کی اونچائی
فلک پہ جیسے اڑی جا رہی ہو تنہائی

پھر ایک لمحہ کے دل کی طرح ٹھہر سا گیا
نظر کے سامنے ہو کر خدا گزر سا گیا
بشر کے روپ میں پیشِ نگاہ تھا کوئی
سفیرِ مملکتِ مہر و ماہ تھا کوئی
کھڑا ہوا کوئی پیراہنِ وجود میں تھا
تھا اک فرشتۂ غیبی مگر شہود میں تھا
یہ جبرئیلؑ تھے اور وحی لے کے آئے تھے
قدم سنبھل کے رکھا پھر بھی لڑکھڑائے تھے
میں جبرئیلؑ ہوں رہتا ہوں آسمانوں میں
ملا ہوں نبیوں سے بیتے ہوئے زمانوں میں
ملے ہیں ایک فرشتے سے پہلی مرتبہ آپ
پڑھیں زبان سے ''اقرأ باسم ربک'' آپ
یہ ایک آیت اقدس تھی آئینے کی طرح
زمیں پہ عرش سے اتری تھی معجزے کی طرح
وجودِ احمدِ مرسلؐ اسی کی خاطر تھا
اس ابتدا کے لئے ہی رسولِ آخر تھا
یہ ایک قطرہ کہ طوفان بن گیا آگے
یہ ایک حرف کہ قرآن بن گیا آگے
یہ حرف طور پہ گرتا تو ڈگمگاتا وہ
یہ حرف چاند پہ گرتا تو ٹوٹ جاتا وہ

جو آفتاب پہ گرتا، شگاف کردیتا
سمندروں میں ٹپکتا تو صاف کردیتا
یہ حرف پڑھ کے محمدؐ بھی لڑکھڑا سے گئے
ستارے چہرۂ انور پہ جھلملا سے گئے
پسینہ آ گیا اس حرف کی حرارت سے
تو جبرئیلؑ نے سمجھا دیا محبت سے
کہ بارگاہ نبوت کا پہلا باب ہے یہ
جو آسمان سے اترے گی وہ کتاب ہے یہ
یہی کتاب ہے دنیا و دیں کا سرمایہ
ابد کے ساتھ ہے قرآنِ پاک کا سایہ
اسی کے نور سے روشن ہے آپ کا سینہ
تمام عالمِ امکاں ہوا ہے آئینہ
یہ اور بات پریشان سے ضرور لگے
حرا سے آپ جو اترے تو نور نور لگے
یہ نور پاک جو پیشانیٔ حضورؐ میں تھا
یہ عہد نامہ جو تخلیق کی سطور میں تھا
یہ نور سارے رسولوں میں بٹتا آیا تھا
یہ نور وقت کے پردے الٹتا آیا تھا
یہ نور آدمؑ و حوا کی رہ گزر کا چراغ
یہ نور نوحؑ کے طوفان میں زمیں کا سراغ

یہ نور حضرت داؤدؑ کے ہنر میں رہا
یہ نور حضرت ایوبؑ کی نظر میں رہا
یہ نور گوشۂ زنداں میں اڑ کے آیا تھا
یہ نور دیدۂ یعقوبؑ میں سمایا تھا
یہ نور حضرت موسیٰؑ کے ہاتھ میں چمکا
یہ نور مصر سے پھر کائنات میں چمکا
یہ نور دامنِ مریم کو دھونے والا تھا
یہ نور لاشۂ عیسیٰؑ پہ رونے والا تھا
یہ نور صرف ہوا صرف ہو کے کم نہ ہوا
یہ نور وقت کی تاریکیوں میں ضم نہ ہوا
یہ نور جلوہ گہہ کائنات کا حاصل
یہ نور دن کا اثاثہ ہے رات کا حاصل
یہ نور لے کے خدیجہؓ کے پاس آئے حضورؐ
تمام جسم حرارت سے ہو رہا تھا چور
عجیب لرزہ سا، ان کے بدن پہ طاری تھا
جبیں پہ سرد پسینہ تھا دل بھی بھاری تھا
سمجھ نہ پائے کہ آخر یہ ماجرا کیا ہے
کلام کیا ہے، فرشتے کا سامنا کیا ہے
یہ خواب ہے کہ تماشا ہے جادو ٹونے کا
کہ واہمہ ہے کسی حادثے کے ہونے کا

یہ کون جسم میں کانٹے چبھونے لگتا ہے
ہے جانے کون جو اندر سے رونے لگتا ہے
حرا میں جو نظر آیا سمجھ میں آتا نہیں
بھلا رہا ہوں بہت پھر بھی بھول پاتا نہیں
بتائے کون کہ کیا بات ہونے والی ہے
لگے ہے چاروں طرف رات ہونے والی ہے
یہ سن کے بی بی خدیجہؓ کی آگہی جاگی
پلک پلک پہ کتابوں کی روشنی جاگی
کبھی سنی ہوئی ورقہ کی بات یاد آئی
ورق ورق کے حوالے کے ساتھ یاد آئی
یہی زمانہ ہے شاید یہی زمانہ ہے
کہ اک رسول کو جب اس زمیں پہ آنا ہے
دلاسہ دینے لگیں یوں خدیجۃ الکبریٰؓ
حضورؐ آپ کا چہرہ ہے کس لئے اترا
نبی کو ڈر سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا
نبی کے دل میں کبھی وسوسہ نہیں ہوتا
حضور! آنکھوں میں آخر نمی سی کیسی ہے
قریب آیئے یہ کپکپی سی کیسی ہے
زمیں پہ آج نبوت اتر کے آئی ہے
یہ آسماں سے حرا میں سنور کے آئی ہے

تمام خوشبوئیں سارے اجالے آپ کے ہیں
کوئی کتاب اٹھالیں حوالے آپ کے ہیں
دکھائی دیتا ہے وہ نور صاف صاف مجھے
ہے صدق دل سے نبوت کا اعتراف مجھے
میں خوش ہوں، آپ سا اک ہم سفر ملا ہے مجھے
سبھوں سے پہلے، یہ پیغامبر ملا ہے مجھے
قریب آئیے بطحیٰ کے پھول کو دیکھوں
میں آنکھ موند کے اپنے رسول کو دیکھوں

☆☆☆

اعلانِ نبوت

تمام مکہ نبیؐ کی صدا سے روشن ہے
سیاہ رات چراغِ حرا سے روشن ہے
یہ ساعتیں ہیں نبوت کے شروع ہونے کی
خبر ملی ہے سحر کے طلوع ہونے کی
حجاز کیوں نہ مقدر پہ ناز کرنے لگے
کہ جبرئیلِؑ امیں اب یہاں اترنے لگے
یہ آسمان پہ پہنچا زمین پر گر کے
کہ اس نے پاؤں چھوئے ہیں رسولِ آخر کے
نئی ہوائیں فضاؤں میں چلنے والی ہیں
صدی صدی کی چٹانیں پگھلنے والی ہیں
فضا میں گونج اٹھا لا الٰہ اِلا اللہ
بس ایک حرف صدا لا الٰہ الا اللہ
لرز کے رہ گئی لات و منات کی دنیا
ابھر رہی تھی زمانے میں اک نئی دنیا

شگفتہ روحوں میں خوشبو اڑی نبوت کی
تو اہلِ دل نے جھکا دی جبیں عقیدت کی
وہ حق پرست، ابوبکرؓ نام تھا جن کا
قبول دین میں پہلا مقام تھا جن کا
علیؓ، نثارِ محمدؐ تھے، کم سنی جن کی
بساطِ عمر سے باہر تھی روشنی جن کی
وہ زیدؓ جن کی غلامی بھی تھی شہنشاہی
چراغِ راہ تھی جن کی شعور و آگاہی
خدیجہؓ طبقۂ نسواں میں سب سے آگے تھیں
نبیؐ سے وعدہ و پیماں میں سب سے آگے تھیں
پھر اس کے بعد تو یہ سلسلہ سا چل نکلا
رہِ صراط پہ اک قافلہ سا چل نکلا
دیارِ کفر میں یہ کام اتنا سہل نہ تھا
کسی سے کھل کے کہے، کوئی اسکا اہل نہ تھا
نماز پڑھتے تھے لیکن چھپا کے پڑھتے تھے
ہجومِ شرک سے نظریں بچا کے پڑھتے تھے
رسولِ پاکؐ کا کردار صاف تھا اتنا
کہ اختلاف میں بھی اعتراف تھا اتنا
قریش راہ کی دیوار بن کے آنے لگے
ملا جو صاحبِ ایماں اسے ستانے لگے

متاعِ دین بچانا وبالِ جاں ٹھہرا
کسی مقام پہ لیکن نہ کارواں ٹھہرا
ستم نے اپنے پر و بال اس طرح کھولے
کہ جو ملے وہی باتوں میں زہر سا گھولے
رسولِ پاک سے وعدے وعید کرنے لگے
گرفت حق پہ یہ اپنی، مزید کرنے لگے
کوئی دِوانہ کہے اور کوئی جادوگر
ہزار تہمتِ بے جا لگی محمدؐ پر
قریش جو ابوطالب سے ڈرتے رہتے تھے
وہی حضور کو رسوا بھی کرتے رہتے تھے
سنا نہ جاتا تھا ان سے نبیؐ کے بارے میں
یہ گفتگو ابوطالب سے کی اشارے میں
وہ جائیں، اپنے بھتیجے کو جا کے سمجھائیں
کہ اب بتوں کی برائی سے باز آجائیں
جو مال و زر کے طلب گار ہوں تو حاضر ہے
جو حکمرانی پہ تیار ہوں تو حاضر ہے
برا لگے ہے ہمیں یہ بتوں کو کچھ نہ کہیں
پھر اس کے بعد یہ آئیں ہمارے دل میں رہیں
مگر حضور کا منصب تو اور ہی کچھ تھا
سلامتی کا یہ مذہب تو اور ہی کچھ تھا

طویل کرتے ہیں ایذا رسائیاں کرلیں
جوان کے بس میں ہے، ساری برائیاں کرلیں
عذاب ڈھائیں یہ ایمان لانے والوں پر
غبار ڈالیں یہ آئینہ خانے والوں پر
نشانۂ ستمِ ناروا بنے سارے
کسی کے جسم پہ پتھر، کسی پہ انگارے
گلی گلی میں ستم کے الاؤ لگتے رہے
بلالؓ، ریت پہ ننگے بدن سلگتے رہے
لہو میں بھیگتا رہتا تھا پیرہن ان کا
ستم گروں سے ہوا، کم نہ بانکپن ان کا
بلالؓ، دینِ براہیمؑ کے نمائندہ
بلالؓ، شیوۂ تسلیم کے نمائندہ
چھپا چھپا کے یہ تبلیغِ دین جاری تھی
یہ تین سال کی اک ایک رات بھاری تھی
عمرؓ کی دین پناہی بھی معجزہ ٹھہری
کہ جیسے دھوپ میں دنیا کی چھاؤں آٹھہری
اسی مقام پہ حمزہؓ صفوں میں آن ملے
رسول پاکؐ کو دو دو یہ پاسبان ملے
یہیں سے راہ کی دشواریاں سمٹتی ہیں
نئی ہوائیں یہیں سے ورق الٹتی ہیں

شعب ابی طالب

سربراہانِ قریش اپنی انا میں گم تھے
بے پر و بال ہوئے پھر بھی ہوا میں گم تھے
ان کو جب ہجرتِ حبشہ کا خیال آتا تھا
آگ لگ جاتی تھی نس نس میں ابال آتا تھا
جب بھی یہ دھیان ہوا، سر پہ جنوں سا چھایا
کیوں مسلمانوں کو حبشہ کا سفر راس آیا
مل کے اک روز یہ دربار نجاشی پہنچے
دھوپ کے شہر میں شب کے متلاشی پہنچے
بھیڑ ابو جہل کے ہمراہ تھی سرداروں کی
آزمائش تھی محمدؐ کے پرستاروں کی
اہلِ ایمان جو دربار میں بلوائے گئے
دین و دنیا کے سوالات میں الجھائے گئے
رسم اجداد سے کٹ جانے کا منشا کیا ہے
چاہتے کیا ہیں؟ محمدؐ کا ارادہ کیا ہے؟

ان کے عیسیٰؑ کے تعلق سے بیانات ہیں کیا؟

پاک مریمؑ کے لئے دل میں خیالات ہیں کیا؟

آیت پاک کی جعفرؓ نے تلاوت کردی

سعی سب حلقۂ اغیار کی غارت کردی

دجلۂ نور تھی وہ سورہ مریم کیا تھی

اس کی تاثیر نجاشی کے لئے کم کیا تھی

حرفِ تفسیر میں انجیل کا آہنگ ملا

وہی لہجہ، وہی انداز وہی رنگ ملا

راہِ حق سے نہ ہٹے پاؤں سرمو، اس کے

دل کی تصویر دکھانے لگے آنسو اس کے

جو سنا ہے وہ حقیقت کی طرح لگتا ہے

سارا انداز نبوت کی طرح لگتا ہے

کفر کو لوٹ کے بےنیل ومرام آنا پڑا

کر کے دربارِ نجاشی میں سلام آنا پڑا

یہ خلش پھیل کے ذہنوں میں اثر کرنے لگی

زہر کی بوند ہواؤں میں سفر کرنے لگی

قوم کے نام پہ جی توڑ کے بیٹھے سب لوگ

ایک تجویز پہ سر جوڑ کے بیٹھے سب لوگ

تھے قبا پوش مگر چاک گریباں نکلے

سب نئی صبح کے سورج سے ہراساں نکلے

دل بھی ناپاک تھے نیت بھی خراب ان کی تھی
نئے انداز کی تجویز عذاب ان کی تھی
ایک میثاقِ پریشاں پہ بڑا غور ہوا
فیصلہ کثرتِ آراء سے یہ فی الفور ہوا
خاندان بنی ہاشم کو اکھاڑا جائے
ان کے گھربار، گھرانے کو اجاڑا جائے
اس قبیلے سے رہ و رسم محبت توڑو
چیخ اٹھیں، ان کے سروں پر وہ قیامت توڑو
بنی ہاشم پہ یہ اک طرفہ ستم کر کے اٹھے
عہد نامہ وہیں کاغذ پہ رقم کر کے اٹھے
جو ارادہ تھا اسے زیرِ عمل لایا گیا
لکھ کے پھر کعبہ کی دیوار پہ لٹکایا گیا
کون سی راہ تھی اس ترک موالات کے بعد
اہلِ حق تنگ تھے اس صورتِ حالات کے بعد
کچھ نہ تھا، کچھ بھی نہ تھا شعب ابی طالب میں
جا بسے صید بلا شعب ابی طالب میں
راہ مسدود تھی پھر رزق کہاں سے آئے
مکہ چھوڑا تھا تو اب کون وہاں سے آئے
بھوک اور پیاس نے دو دن میں وہ حالت کر دی
چھا گئی پھول سے رخساروں پہ سب کے زردی

بنی ہاشم کے بہت لوگ تھے شامل ان میں
بوڑھے، کمزور بھی رحم کے قابل ان میں
قوم کی بات تھی، مجبور چلے آئے سب
اپنا گھر چھوڑ کے یوں دور چلے آئے سب
واقعہ سخت تھا یہ سرورِ عالم کے لئے
ایک شب خون تھا یہ نورِ مجسمؐ کے لئے
یہ قیامت نہ سہی صبح قیامت تھی ضرور
تین برسوں میں جو آئی تھی وہ آفت تھی ضرور
تھا محمدؐ کو ستانے کا یہ حیلہ سارا
آگیا زد میں قبیلے کا قبیلہ سارا
ہر طرف جبر و اذیت کی عمل داری تھی
یہ ابو جہل کی لائی ہوئی بیماری تھی
اس کا دعویٰ تھا کہ سب لات و منات اپنے ہیں
جتنے سردار عرب ہیں، سبھی ساتھ اپنے ہیں
پھول مرجھانے لگے فصل خزاں ایسی تھی
جسم و جاں کٹ گئے مقراض زباں ایسی تھی
ہر بلا ٹوٹ کے اصحابِ نبیؐ پر آئی
بنی ہاشم کے گھرانے میں سبھی پر آئی
مرد و زن سب ہدف ناوک قاتل ٹھہرے
سب کے سب ترک موالات کے قابل ٹھہرے

ابر آوارہ اٹھا بارشِ غم اور ہوئی
قہر آلودہوا، تیز قدم اور ہوئی
کافری ایک نیا دام لئے سامنے تھی
زہر تھا زہر مگر جام لئے سامنے تھی
آمد و رفت گئی کوچہ و بازار کی بھی
حیثیت رہ نہ گئی ان کی، خریدار کی بھی
کٹ گئیں رسم و رہِ عام کی زنجیریں بھی
کام آئیں نہ ملاقات کی تدبیریں بھی
کافروں نے یہی چاہا تھا کہ مر جائیں سب
خاک ہو جائیں، بیاباں میں بکھر جائیں سب
دانے پانی کو ترس جائیں کچھ ایسا ہو جائے
جو جہاں ہے وہ بھری بھیڑ میں تنہا ہو جائے
اہلِ ایمان سے ہر شخص خفا بیٹھا تھا
سارا مکّہ بنی ہاشم سے جلا بیٹھا تھا
زہر ہونٹوں میں بھرے تھے جو کئی برسوں سے
بولنا چھوڑ دیا سب نے خدا ترسوں سے
بنی ہاشم کو سزا دینا بھی کیا مسئلہ تھا
وہ ہمارے ہیں نہ ہم ان کے ہیں بس فیصلہ تھا
اپنے آبا سے الگ طرزِ عمل ہے ان کا
اب تو بس ترکِ موالات ہی حل ہے ان کا

یہ محمدؐ کو لئے بیٹھے ہیں چھوڑو ان کو
بھول جاؤ انہیں، اپنوں میں نہ جوڑو ان کو
بند ہونے لگے بازار کے رستے ان پر
ہر جگہ زہر بھرے تیر برستے ان پر
بھوکے مرتے ہیں تو مر جائیں بلا سے اپنی
جائیں یہ لوگ جدھر جائیں بلا سے اپنی
کوئی بھی چیز دکانوں پہ نہ ہو ان کے لئے
ٹھیک ہو جائیں گے بس چھوڑ دو دو دن کے لئے
بھوکا سو جائے گا جب شام کو بچہ ان کا
ختم ہو جائے گا دو روز میں سودا ان کا
یہ وطن میں جو پرائے کی طرح رہتے ہیں
جان جائیں گے کسے دربدری کہتے ہیں
عہد نامہ نہ تھا، پروانہ تھا غداری کا
یہ بہانہ تھا محمدؐ کی دل آزاری کا
اس طرح خون کے رشتوں پہ قیامت ٹوٹی
آنکھ یوں پھیری کہ زنجیرِ محبت ٹوٹی
خاندانِ بنی ہاشم پہ وہ غم گزرے ہیں
غم کی تاریخ اٹھا دیکھئے کم گزرے ہیں
اپنے خیموں سے نہ آنا نہ کہیں جانا تھا
جس طرف دیکھئے ویرانہ ہی ویرانہ تھا

قید خانے کی طرح تین برس بیت گئے
کیا پتا کیسے یہ ایامِ قفس بیت گئے
صبح ہوتی تھی تو لگتا تھا کہ شب ہوتی ہے
شام ہوتی تھی تو لگتا تھا اذاں روتی ہے
سجدہ کرتے تھے تو پیشانی سلگنے لگتی
ہر دعا دور کی آواز سی لگنے لگتی
اہلِ مکہ کا ستم شام و سحر یاد آئے
کون سنتا تھا اگر ہونٹوں پہ فریاد آئے
آنسوؤں سے کبھی، خوابوں سے کبھی کھیلتے تھے
رات دن یوں ہی غمِ دربدری جھیلتے تھے
آخرش، چند مشاہیر کے دل بھر آئے
ابو طالب بھی ابو جہل کے گھر پر آئے
عہد نامے کے مخالف تھے جو اصحابِ نظر
سوچ کر آئے تھے جو کہہ دیا ان کے منہ پر
اے ابو جہل! محمدؐ سے سنا ہے ہم نے
اعتبار ان کا ہمیشہ ہی کیا ہے ہم نے
ان کا کہنا ہے کہ کعبہ کبھی جا کر دیکھو
عہد نامے کو ذرا ہاتھ لگا کر دیکھو
سارے ہنگامے کی جڑ کاٹ چکی ہے دیمک
عہد نامے کا ورق چاٹ چکی ہے دیمک

عہد نامہ وہیں کعبہ سے جو منگوایا گیا
چھلنی چھلنی ورق کرم زدہ پایا گیا
دین برحق کی یہ تائید بہت کافی تھی
جہاں اللہ لکھا تھا وہ جگہ باقی تھی
کیا پڑھا جائے کہ کاغذ پہ بچا کچھ بھی نہ تھا
دامنِ کفر میں مٹی کے سوا کچھ بھی نہ تھا
روشنی چھوڑ کے یہ دورِ اذیت گزرا
غم کا بادل تھا مگر چاند کی صورت گزرا

☆☆☆

بیعتِ عقبہ اولیٰ

ہمیشہ جنگ سی رہتی تھی اوس و خزرج میں
لہو کی نہر سی، بہتی تھی اوس و خزرج میں
یہ بت پرست یمن کے مہاجرین میں تھے
یہود کے، یہ قبیلے معاصرین میں تھے
یہ بات بات میں اک دوسرے سے لڑتے تھے
جنوں میں لے کے یہ تلوار ٹوٹ پڑتے تھے
قریب و دور تھا مشہور قتل عام ان کا
لڑیں لڑائیں، یہی رہ گیا تھا کام ان کا
ہزاروں سال سے یہ لوگ انتشار میں تھے
کسی رسول کے آنے کے انتظار میں تھے
یہ بے شعور بھی تھے جنگ کرتے رہتے تھے
یہودیوں سے مگر دل میں ڈرتے رہتے تھے
قریش مکہ سے خزرج کے کچھ جوان ملے
سبب تھا، اوس سے مڈبھیڑ میں کمان ملے

معاہدے کے لئے آئے نور لے کے چلے
نظر نظر میں جمال حضورؐ لے کے چلے
نبیؐ کے وعظ سے دل نرم ہوگیا ان کا
بہا وہ نور کہ دامن بھگو گیا ان کا
گمان تھا کہ یہی آخری رسول نہ ہوں
عرب کی ریت جو مہکائے گا وہ پھول نہ ہوں
یہ اگلے سال جو مکے میں آئے دوبارا
تو دل سے لے کے نظر تک بدل گیا سارا
نبیؐ کے ہاتھ پہ بیعت ہوئی پہاڑی پر
نصیب انہیں یہ سعادت ہوئی پہاڑی پر
دلوں میں نور وہ پھیلا، نگاہ کھل سی گئی
پھر اس کے بعد حقیقت کی راہ کھل سی گئی
سلام وادئ عقبہ کے چھ جوانوں پر
کہ ان کے نام درخشاں ہیں آسمانوں پر
جنھوں نے عشقِ حبیبِ خدا کو پہچانا
جنھوں نے بیچ بھنور میں ہوا کو پہچانا
کہا: رسولؐ پہ دنیا نثار ہے اپنی
اب ان کے واسطے جاں بے قرار ہے اپنی
محمدِ عربیؐ کو رسول مان لیا
اصولِ دین کو سچا اصول مان لیا

زنا کریں گے نہ چوری کے پاس جائیں گے
نہ بیٹیوں کے لہو میں کبھی نہائیں گے
یہ لوگ حضرت مصعبؓ کو ساتھ لے کے گئے
ہزار روشنیٔ کائنات لے کے گئے
سلام حضرت مصعبؓ پہ لاکھ بار سلام
وہ سہل کر گئے دین الٰہیہ کا قیام
یہ صبح و شام قبیلوں میں وعظ فرماتے
تمام اہلِ مدینہ کو دین سمجھاتے
نکل کے چاروں طرف لوگ آنے جانے لگے
رسولِ پاکؐ کے قدموں میں دل بچھانے لگے
ملے بغیر بھی اکثر یقین کرنے لگے
جو مکہ آ نہ سکے غائبانہ مرنے لگے
پھر اس کے بعد اندھیروں کے زخم بھرنے لگے
جہاں دھواں تھا اجالے وہاں اترنے لگے
یہ اور بات کہ مکہ کی آنکھ بند رہی
وہاں کے لوگوں کو تیرہ شبی پسند رہی
مگر مدینہ کی بستی میں نور پھیل گیا
کہ نصف شہر میں عشقِ حضورؐ پھیل گیا
نمازِ جمعہ کا بھی اہتمام ہونے لگا
مدینہ خیر سے دار السلام ہونے لگا

یہ شہر مرکزِ اسلام ہونے والا تھا
کہاں چراغ رکھا تھا کہاں اجالا تھا
ہوئے تھے نشرِ نبوت کو بارہ سال ابھی
ابھر رہے تھے فضا میں بہت سوال ابھی

☆☆☆

وادیِ طائف

گزر چکا تھا خدیجہؓ کے انتقال کا دکھ
پیمبری کے زمانے میں دسویں سال کا دکھ
اسی برس ابو طالب کا غم بھی ٹوٹ پڑا
یہ آسمان کا بارِ ستم بھی ٹوٹ پڑا
ابو لہب کا جنوں بھی زیادہ ہونے لگا
وہ بات بات میں کچھ اور زہر بونے لگا
اسی برس میں ہوئیں عائشہؓ رفیقِ سفر
سکوں کی بوند پڑی کچھ حضورؐ کے دل پر
نواحِ مکہ میں طائف کی یاد آئی انہیں
ادھر سے تھوڑی سی بادِ مراد آئی انہیں
قریش کچھ نہیں سنتے، وہی سنیں شاید
وہاں کے لوگ صدائے نبیؐ سنیں شاید
مگر وہاں سرِ بازار سنگ باری ہوئی
تمام جسم پہ زخموں سے لالہ کاری ہوئی

وہاں بھی دعوتِ حق کون سننے والا تھا
لٹائے پھول مگر کون چننے والا تھا
وہ زخم زخم بدن، وہ دریدہ پیراہن
سمٹ کے آگیا پتھر میں سارا پاگل پن
وہ دھوپ تھی کہ شجر کا بھی سائبان نہ تھا
ہوا بھی تیر چبھوئے گی یہ گمان نہ تھا
حضور ایک جگہ سر نہادہ بیٹھ گئے
بدن میں تاب نہ تھی بے ارادہ بیٹھ گئے
خدا کے حکم سے جبریلؑ سامنے آئے
خراب وقت میں وہ ہاتھ تھامنے آئے
کہا حضور جو طائف کو بددعا دے دیں
اٹھیں ہم ان کے کیے کی ابھی سزا دے دیں
یہ دو پہاڑ ملا کر تباہ کر دیں ہم
جلا کے شہر کو پل میں سیاہ کر دیں ہم
لبِ حضور پہ لیکن یہی دعا آئی
دہانِ زخم کھلے اور یہ صدا آئی
نہیں نہیں، مرے معبود! یہ نہیں ہوگا
وہ دن بھی آئے گا ان کو شعورِ دیں ہوگا
مجھے یقین ہے جو نسل آنے والی ہے
ترے رسول پہ ایمان لانے والی ہے

انھیں سنبھال کے رکھ یہ انا کے مارے ہیں
جو کل کھلیں گے فضا میں یہ وہ ستارے ہیں

☆☆☆

شبِ معراج

یہ رات جس کو فرشتوں کی رہ گزر کہیے
یہ رات جس کی دعاؤں کو معتبر کہیے
یہ رات جس میں مشیّت کے راز فاش ہوئے
یہ رات جس کے اندھیرے ستارہ پاش ہوئے
یہ رات جس نے درِ کبریائی کھولے ہیں
یہ رات جس نے رموزِ خدائی کھولے ہیں
یہ رات جس میں تجلّی کی ایسی چھوٹ پڑی
کہ جیسے چاروں طرف کہکشاں سی ٹوٹ پڑی
یہ رات جس میں سرِ لامکاں حضورؐ گئے
حصارِ وقت سے باہر، مثالِ نور گئے
یہ رات عرش پہ خیمے لگا دیئے جس نے
حریمِ ناز کے پردے اٹھا دیئے جس نے
یہ رات لوحِ دل و جاں پہ اک لکیر بنی
یہ رات مملکتِ عشق کی سفیر بنی

یہ رات منزلِ تاباں دل ونگاہ کی ہے
یہ رات ایک کڑی رمزِ لاالٰہ کی ہے
یہ رات جس میں کٹیں فاصلے کی زنجیریں
یہ رات جس میں کھنچیں کہکشاں کی تصویریں
یہ رات جس میں ستارے غبارِ راہ بنے
یہ رات جس کے تبسم سے مہر و ماہ بنے
ضرور آج کوئی بات ہونے والی تھی
یہ رات ایک بڑی رات ہونے والی تھی
عشاء کا وقت تھا مکے پہ نیند طاری تھی
ہزار راتوں پہ یہ ایک رات بھاری تھی
حضورؐ گھر پہ تھے اس وقت ام ہانیؓ کے
دریچے کھل گئے معراجِ آسمانی کے
ذرا سی آنکھ رسولِؐ خدا کی جھپکی تھی
کہ جبرئیلؑ نے چوکھٹ پہ آ کے دستک دی
جگا کے آپ کو منشائے رب بیان کیا
جو مدعائے سفر تھا وہ سب بیان کیا
کہا کہ رب نے بلایا ہے آسمانوں پر
زمیں کو برتری دینی ہے دو جہانوں پر
اتر کے عرش سے بے اختیار آیا ہوں
مثالِ برق اڑے وہ براق لایا ہوں

ہے آسماں کی طنابوں پہ اختیار مرا
گزر ہے دونوں جہانوں کے آر پار مرا
نظر اٹھائیں رکاب و زمام حاضر ہے
قدم بڑھائیں جلو میں غلام حاضر ہے
خلا کی بات نہ تھی آسماں کی بات نہ تھی
جسے شعور پہ تولیں یہ ایسی رات نہ تھی
سفر میں ہفت سماوات سے گزرنا تھا
بڑے عجیب مقامات سے گزرنا تھا
قدم قدم پہ حجابِ نظر اٹھائے گئے
پلک جھپکتے ہی کیا کیا مقام آئے، گئے
حرم سے طور گئے، طور سے لحم پہنچے
کسے خبر کہ کہاں سے کہاں قدم پہنچے
براق مسجدِ اقصیٰ میں اڑ کے جا ٹھہرا
وہاں تمام رسولوں کا سامنا ٹھہرا
سب انبیائے علیہ السلام تھے موجود
پئے نماز وہاں پر تمام تھے موجود
ملائکہ بھی وہاں پر اتر پڑے سارے
رسولؐ امام بنے مقتدی بنے سارے
براق جس پہ رکا وہ مقام زندہ ہے
زمیں پہ بابِ محمدؐ کا نام زندہ ہے

یہیں سے ثقلِ مکانی کا رابطہ ٹوٹا
یہیں سے عرشِ معلی کا راستہ پھوٹا
بدن کا بوجھ لئے لامکاں سے پار گئے
پلک جھپکتے ہی سوئے دیارِ یار گئے
نظر کے سامنے سب رازِ کائنات کھلے
پڑے تھے جتنے بھی پردے سب ایک ساتھ کھلے
سوادِ عرشِ معلّٰی تھا آئنہ ان کا
دیارِ نور سے جاتا تھا راستہ ان کا
پہنچ کے سایۂ سدرہ میں رک گئے جبریلؑ
یہ بارگاہ تھی ایسی کہ جھک گئے جبریلؑ
بس اس مقام سے آگے میں جا نہیں سکتا
میں حد سے بڑھ کے پروں کو جلا نہیں سکتا
یہ پیڑ میری اڑانوں کی آخری حد ہے
اب اس کے بعد سراپردہ محمدؐ ہے
پسِ حجاب گزرگاہ حسن و نور کی ہے
اب اس کے بعد جو منزل ہے وہ حضورؐ کی ہے
یہاں سے آپ اکیلے قدم اٹھائے چلے
عجیب دہشت و حیرت کے سائے سائے چلے
ندا یہ آئی کہ میرے حبیب آجاؤ
قریب اور زیادہ قریب آجاؤ

پھر اس کے بعد دوئی کا نہیں تھا نام وہاں
ربوبیت تھی نبوت سے ہم کلام وہاں
تمام عکس فروزاں، تمام آئینہ
بنے تھے سب در و دیوار و بام آئینہ

سفر تمام ہوا سات آسمانوں کا
کہ فاصلہ تھا وہاں صرف دو کمانوں کا
تمام عالم فردا نظر کے سامنے تھا
بتائے کون کہ کیا کیا نظر کے سامنے تھا

ہیں پنج وقتہ نمازیں وہیں کا نذرانہ
زمانہ جن کو ادا کر رہا ہے روزانہ
نہ یہ کسی کو ملے گا نہ یہ کسی کو ملا
جو مرتبہ مرے آقا مرے نبی کو ملا

تمام عالم لوح و قلم کی سیر کے بعد
وہ منتہی سے اتر آئے اتنی دیر کے بعد
کہ ام ہانیؓ کی زنجیر ہل رہی تھی ابھی
چلے سفر پہ جہاں سے وہی گھڑی تھی ابھی

☆☆☆

بیعتِ عقبہ ثانی

تھے الجھنوں میں نبیؐ اتنے ماہ و سال کے بعد
کوئی نہ تھا ابوطالب کے انتقال کے بعد
بس ایک حضرت عباسؓ ہی، ہزاروں میں
تھے ہونہار بھتیجے کے غم گساروں میں
تمام مکہ نے کھینچی ہوئی تھیں تلواریں
بنے تھے ظلم و ستم راستے کی دیواریں
رسولؐ اپنے چچا کی پناہ میں آئے
مجال کیا تھی جواب کوئی راہ میں آئے
کہا رسولؐ نہ مانوں مگر عزیز تو ہیں
یہ کچھ نہیں نہ سہی، چاہنے کی چیز تو ہیں
مگر ستم کی جڑیں تھیں زمین میں گہری
ہوا خلاف تھی اب بھی خلاف ہی ٹھہری
صراطِ عشق کے منظر نئے نئے تھے ہنوز
مدینہ لوگ نکلنے لگے تھے روز بہ روز

ستم غریبوں پہ کچھ ایسے توڑے جاتے تھے
کہ صبح وشام وہ مکے کو چھوڑے جاتے تھے

مدینہ مرکزِ اسلام ہوتا جاتا تھا
خدا کا ذکر وہاں عام ہوتا جاتا تھا

جمالِ روئے منور کو دیکھنے کے لئے
تڑپ رہا تھا پیمبر کو دیکھنے کے لئے

جو بت پرستوں کا اک قافلہ روانہ ہوا
تو دین والوں کو یہ شوق والہانہ ہوا

کہ ساتھ مکے چلیں اور رسول کو دیکھیں
مہک تو سونگھتے رہتے ہیں، پھول کو دیکھیں

نصیب دیکھئے، عقبہ کے پھر نصیب کھلے
مدینے والوں سے اک بار پھر رسولؐ ملے

سبھوں کی ضد تھی محمدؐ نکل چلیں یثرب
رکیں نہ مکے میں اب ایک پل، چلیں یثرب

نہیں یہ بات نہیں تھی کہ اعتبار نہ تھا
ابھی رسولؐ کو ہجرت کا اختیار نہ تھا

خدا کا حکم نبیؐ پر ابھی اترنا تھا
ابھی حضورؐ کو کچھ انتظار کرنا تھا

مدینے والوں کا حسن نظر علاحدہ تھا
رسول پاکؐ سے یہ دوسرا معاہدہ تھا

زہے جماعت خزرج کی حوصلہ مندی
انہیں نصیب ہوئی نصرتِ خداوندی
جو راستہ تھا مبارک وہ اختیار کیا
رسول پاکؐ سے یہ عہد استوار کیا
کہ مشرکین کی یلغار کا کوئی رخ ہو
شکست و فتح کے معیار کا کوئی رخ ہو
ہزار برقِ بلا آسمان سے ٹوٹے
ہزار خون کا چشمہ زمین سے پھوٹے
ہزار بادِ مخالف چلے زمانے میں
زمانہ حد سے گزر جائے ظلم ڈھانے میں
سکوں کے دن ہوں کہ رنج و ملال کا عالم
بساطِ امن ہو چاہے جدال کا عالم
رسول پاکؐ کا دامن کبھی نہ چھوڑیں گے
جو عہد باندھ رہے ہیں اسے نہ توڑیں گے
خدا گواہ ہے اس عہدِ معتبر کے لئے
رسول آئیں جو یثرب تو عمر بھر کے لئے
پھر اس کے بعد تو ہجرت کے سلسلے نکلے
ستم کے ماروں کے مکے سے قافلے نکلے
اجڑ گئے درو دیوار گھر ہوئے سونے
کہ جیسے چھوڑ دیا ہو چمن کو خوشبو نے

نظر سے دیکھتے کب تک وہ اپنی پامالی
وطن کو سارے مسلمان کر گئے خالی
نگاہِ وقت کے تیور سمجھ گئے آخر
عمرؓ بھی رازِ پیمبرؐ سمجھ گئے آخر
بڑے جلال سے بیت الحرام کو چھوڑا
وطن کو، گھر کو، گلی کو تمام کو چھوڑا
یہ رمز کون سمجھتا بھلا نبیؐ کے سوا
کوئی رہا نہ ابوبکرؓ اور علیؓ کے سوا
کہ ان کے نام کو جڑنا تھا کل رسولؐ کے ساتھ
مدینہ جانا تھا خوشبو کو اپنے پھول کے ساتھ
خدا تھا ساتھ، نبیؐ کی دعا بھی ساتھ میں تھی
زمامِ عالم فردا انہی کے ہاتھ میں تھی

☆☆☆

مدینہ کا پس منظر

کفر کے سر پہ تشدد کا نشہ طاری تھا
سلسلہ مکہ سے ہجرت کا ابھی جاری تھا
بس گئے وادیٔ یثرب میں مسافر کتنے
جان و دل بن گئے انصار و مہاجر کتنے
جذبۂ عشق سے معمور ہوئی جاتی تھیں
بستیاں، رہ گزرِ نور ہوئی جاتی تھیں
دل میں قرآنِ مبیں روح میں تنویرِ رسول ؐ
ہاتھ میں پرچمِ حق پاؤں میں زنجیرِ رسول ؐ
ساری بستی میں اخوت کی روش عام ہوئی
سب شرابور تھے، یوں بارشِ اسلام ہوئی
سجدۂ عشق ہی معیارِ مبیں تھا ان کا
جان تک اپنی لٹا دیں وہ یقیں تھا ان کا
نورِ وحدت کے پرستار تھے دیوانے تھے
شمع کے دل میں اتر جائیں وہ پروانے تھے

دین کے نام پہ مر مٹتے ہیں جینے والے
یہ مدینہ تھا، یہ سرکار مدینے والے
حسنِ تبلیغ سے کھلتے رہے دروازۂ دل
ایک مرکز پہ سمٹنے لگا شیرازۂ دل
مالک الملک تھا اللہ تو نائب تھے رسولؐ
آسمانوں سے اترتے تھے زمینوں کے اصول
وقت آیا تو ریاست کا تصور بھی اٹھا
دین کے ساتھ سیاست کا تصور بھی اٹھا
حکمرانی کا نشہ ابن ابی رکھتا تھا
ذہن آوارہ تھا نیت بھی بری رکھتا تھا
مدعی تھا وہ مدینے کی شہنشاہی کا
شیر بنتا تھا مگر کام تھا روباہی کا
اور کچھ لوگ تھے اس جیسے مسلمانوں میں
مشورے سب نے کئے بیٹھ کے ایوانوں میں
ان کی تائید کو تھا لشکرِ کفارِ قریش
شمعِ اسلام بجھانے کو اٹھے بد اندیش
سب بظاہر تھے محمدؐ کے پرستاروں میں
چھپ کے یہ سیندھ لگاتے رہے دیواروں میں
وہ یہودی جو مدینے میں رہا کرتے تھے
اک پیمبر کے اترنے کی دعا کرتے تھے

چاہتے تھے وہ رسول اپنے گھرانے والا
آ گیا کیوں بنی ہاشم میں وہ آنے والا
لاکھ آثارِ نبوت سہی کیونکر مانیں
جو قریشی ہوا ے کیسے پیمبر مانیں
ہر قبیلے میں یہی ذکر چھڑا ہو جیسے
ہاشمی مطلبی ہونا، خطا ہو جیسے
رہ گئے کوچۂ تکذیب میں سر پھوڑ کے سب
لگ گئے دین کی بربادی میں جی توڑ کے سب
لے اڑے ان کے خزینے کو مدینے والے
رہ گئے ڈوب کے ساحل پہ سفینے والے
ایک آواز پہ یہ دشمنِ اسلام اُٹھے
کچھ پس پردہ تو کچھ لوگ سرِ عام اُٹھے
سب نے سوچا کہ مدینے پہ چڑھائی کر دیں
پھول پھل آنے سے پہلے ہی صفائی کر دیں
جمع کرنے لگے اسباب لڑائی کے لئے
سارے گمراہ اٹھے راہنمائی کے لئے
ان کی صف میں ابو سفیان تھا آگے آگے
آندھیاں پیچھے تھیں طوفان تھا آگے آگے
تھا مدینہ جو غریب الوطنوں کا مرکز
بن گیا مکہ کے ناوک فگنوں کا مرکز

صورتِ حال یہ دیکھی تو سبھی نے سوچا
روکنا چاہئے دشمن کو نبیؐ نے سوچا
یہ مصیبت نہ مسلمانوں پہ آنے پائے
یہ سیہ رات نہ پروانوں پہ آنے پائے
کفر کے سامنے دیوار کھڑی کی جائے
وقت آجائے تو اک جنگ بڑی کی جائے
سلسلہ چھیڑ دیا جائے رجز خوانی کا
مرحلہ آگیا آغازِ جہاں بانی کا
ظلم بڑھ جائے تو اک راہ نکالی جائے
شاخِ گل پھینک کے تلوار اٹھالی جائے
کفر پھر کفر ہے، ہر عہد وفا توڑے گا
یہ نبیؐ کیا ہیں خدا کو بھی نہیں چھوڑے گا
آسمانوں پہ یہ رہتا ہے زمینوں پہ نہیں
جب یہ اڑنے لگے پر کاٹ دیا جائے وہیں
سارے اقدار سے محروم ہے سینہ اس کا
زور توڑے گا کسی روز مدینہ اس کا
مشرب دیں میں فقیری بھی ہے سلطانی بھی
شہر یاری کا تقاضا ہے نگہبانی بھی
تیشہ ہاتھوں میں ضروری ہے چٹانوں کے لئے
خون بازو میں ضروری ہے چٹانوں کے لئے

کوئی مشعل تو ہو راہوں میں سفر کرنے کو
کوئی سامان تو ہو معرکہ سر کرنے کو

دل میں ایمان رہے ہاتھ میں تلوار رہے
نصرتِ حق کے لئے کفر سے ہشیار رہے

☆☆☆

ہجرت

مہاجرین چلے گھر سے عمر بھر کے لئے
بڑے جگر کی ضرورت تھی اس سفر کے لئے
عدو کے ذہن سے نکلے یہ وہ جنون نہ تھا
وطن میں چین نہ تھا راہ میں سکون نہ تھا
جو جا چکے تھے مدینے، وہ انتظار میں تھے
جو بچ گئے تھے وہ آشوبِ روزگار میں تھے
نبیؐ کی جان رکھی ہو صلیب پر جیسے
کہ شہرِ گل میں ہو کانٹوں کی رہ گزر جیسے
دیارِ کفر میں لالے پڑے تھے جینے کے
کھلے ہوئے تھے مگر راستے مدینے کے
علیؓ تھے، حضرت صدیقؓ تھے پیمبرؐ تھے
تمام مکے میں یہ تین اپنے گھر پر تھے
وطن عزیز تھا لیکن حضورؐ کیا کرتے
دلوں میں زہر بھرا تھا تو دور کیا کرتے

پھر ایک روز یہی فیصلہ ہوا آخر
کہ رہ گیا تھا، یہی ایک راستہ آخر
کہ زخمِ ترکِ وطن بھی اٹھا لیا جائے
نکل کے مکے سے یثرب بسا لیا جائے
متاعِ جان بچانے کی بات آ پہنچی
چھپا کے شہر سے نکلیں وہ رات آ پہنچی
ستم گروں نے نبی کے مکاں کو گھیرا تھا
تھا نور صحن میں، اطراف میں اندھیرا تھا
علیؓ نے اوڑھ لی چادر حضورِ انور کی
خدا کی ذات پہ چھوڑی سلامتی گھر کی
نکل کے حضرت صدیقؓ کے مکاں پہ گئے
رسولِ پاکؐ، خلافت کے آستاں پہ گئے
وہاں سے ناقہ رف رف قدم کے ساتھ چلے
بدن ردا میں چھپائے تمام رات چلے
حضورؐ اور ابوبکرؓ تو سفر میں رہے
تمام رات علیؓ محوِ خواب گھر میں رہے
سحر ہوئی تو یہ رازِ شب گزشتہ کھلا
نگاہِ کفر پہ دیوار کا نوشتہ کھلا
کہ عشق، جبر کے ہاتھوں سے مر نہیں سکتا
یہ آسمان، زمیں پر اتر نہیں سکتا

زمیں کی قید کو تسلیم کرنے والا نہیں
یہ عشق، ہجر کے صدمے سے ڈرنے والا نہیں
یہ عشق حلقۂ زنجیر میں بھی رقص کرے
یہ عشق، سایۂ شمشیر میں بھی رقص کرے
چلی ہے آج جو بادِ مراد دیکھیں گے
وطن کو چھوڑ کے جانے کے بعد دیکھیں گے
یہ عشق، کنجِ وطن میں اسیر کیوں ہوتا
سمٹ کے ایک جگہ، گوشہ گیر کیوں ہوتا
حدوں کو توڑ گئی، وہ اڑان اس کی تھی
کہ سیر گاہ، سرِ آسمان اس کی تھی
پچاسوں سال سے مکہ میں جو اجالا تھا
نکل کے آج مدینے کو جانے والا تھا
کسے خبر کہ مشیّت کا فیصلہ کیا تھا
کھلے گا بعد میں، ہجرت کا مدعا کیا تھا

☆☆☆

مدینہ میں انتظارِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

مدینہ رحمت عالمؐ کے انتظار میں تھا
ابھی وہ قافلہ نور رہ گزار میں تھا
خبر رسولؐ کے آنے کی سنتے رہتے تھے
نکل کے شہر سے تادور تکتے رہتے تھے
نظر اٹھائے ہوئے بار بار دیکھتے تھے
پس غبار وہ ناقہ سوار دیکھتے تھے
نہ جانے چاند کدھر سے نکلنے والا ہے
گلی گلی میں بہت دیر سے اجالا ہے
چھتوں پہ عورتیں نظریں گڑوئے بیٹھی تھیں
حواس و ہوش کئی دن سے کھوئے بیٹھی تھیں
ترس رہی تھیں یہ دیدارِ مصطفیؐ کے لئے
فضا میں ہاتھ اٹھائے ہوئے دعا کے لئے
تڑپ رہی تھیں کہ کب تک رسولؐ آئیں گے
ہوا میں اڑ کے مدینے کے پھول آئیں گے

مہاجرین بھی اپنی جگہ پریشاں تھے
اس انتظار میں انصار بھی نمایاں تھے
سنا تھا نام، نظر سے کبھی نہ دیکھا تھا
ابھی کسی نے جمالِ نبیؐ نہ دیکھا تھا
سنے تھے شمعِ نبوت کے اتنے افسانے
بغیر دیکھے، ہوئے جا رہے تھے پروانے
وہ شہر چھوڑ کے روزانہ دیکھنے جاتے
اداس ہو کے مگر دوپہر کو لوٹ آتے
پھر ایک روز بڑا شورِ ناگہاں پھیلا
گلی گلی میں یہ گونجا مکاں مکاں پھیلا
چھٹا غبار تو سب کو نبیؐ دکھائی دئے
انہیں کے ساتھ ابوبکرؓ بھی دکھائی دئے
اڑی درود کی خوشبو تو رُت بدلنے لگی
کہ دوپہر میں ہوا سرد سرد چلنے لگی
اٹھا وہ شور مدینے کی رہ گزاروں میں
کہ چاند چھوٹ کے آج آ گیا ستاروں میں
بجھے بجھے سے در و بام جگمگانے لگے
ہوا چلی تو دریچے بھی دف بجانے لگے
تھا روزِ عید مدینے کے نونہالوں میں
وہ سب سے آگے تھے مہماں سے ملنے والوں میں

وہ بچیاں کہ برستی تھی جن پہ معصومی
نگاہِ شوق سے مہمان کی جبیں چومی
رِدا سروں پہ سنبھالے چھتوں پہ آنے لگیں
وہ دف بجانے لگیں اور گیت گانے لگیں
نظر جو راہِ نبیؐ میں بچھائے بیٹھے تھے
وہ لوگ سایۂ رحمت میں آئے بیٹھے تھے
عجب کی خاکِ کفِ پا بھی پھول ایسی تھی
کہ راستوں میں مہک دور دور پھیلی تھی
چراغ اتنے جلائے گئے منڈیروں پر
کہ جیسے نور برسنے لگا اندھیروں پر
مدینہ کوچۂ راحت تھا اس یقین کے بعد
رسولؐ آئے تھے سارے مہاجرین کے بعد
یہاں نماز بھی آزاد تھی دعائیں بھی
سکوں سے شہر بھی تھا شہر کی ہوائیں بھی
نوائے حق پہ کوئی قید تھی نہ پہرا تھا
دل و نظر پہ اخوت کا رنگ گہرا تھا
اسی دیار سے دنیا میں انقلاب آیا
یہیں کی رات جو تڑپی تو آفتاب آیا

قبا مدینے سے دو میل دور کا رستہ
وہیں سے آتا تھا اس شہرِ نور کا رستہ
یہاں کی شوخ بہاروں نے پاؤں تھام لئے
ہوائیں آنے لگیں دعوتِ قیام لئے
شرف یہ خانۂ کلثومؓ کو نصیب ہوا
کہ چار دن کو سکونت گہہِ حبیبؐ ہوا
علیؓ بھی آملے دو چار دن کے بعد یہیں
ہزار آبلہ پا تھے بستہ غبار جبیں
قبا کے نام سے مسجد کی نیو ڈالی گئی
یہ سجدہ گاہ، سرِ رہ گزر بنالی گئی
پھر اس کے بعد مدینے کو قافلہ نکلا
سلگتی راہ گزر پر برہنہ پا نکلا
چھلک رہا تھا جبینوں سے نورِ ایمانی
پہنچ رہی تھی مدینے میں جلوہ سامانی
قیام گاہِ محمدؐ کا تھا نہ اندازہ
کھلا ہوا تھا وہاں ایک ایک دروازہ
قدم قدم پہ تقاضا ہوا اترنے کا
دیا نہ حکم نبیؐ نے کہیں ٹھہرنے کا
وہ دل نواز اطاعت شعار تھی ناقہ
گلی گلی سے گزرتی چلی گئی ناقہ

سبھوں کے سامنے جس وقت مسئلہ یہ تھا
نبیؐ کی چشمِ مروت کا فیصلہ یہ تھا
جہاں بھی ناقہ آہستہ گام ٹھہرے گی
وہی حضورؐ کی جائے قیام ٹھہرے گی

☆☆☆

مدینہ میں دارالقیام

بلند حضرت ایوبؓ کا ستارہ ہوا
کہ اک چراغ بھی سورج کا استعارہ ہوا
گلی گلی نظر انداز کر گئی ناقہ
انہیں کے گھر پہ پہنچ کر ٹھہر گئی ناقہ
اسی زمیں کی دعا کو قبول ہونا تھا
اسی مکان کو بیت الرسولؐ ہونا تھا
یہی مکان بنا مرکزِ درود و سلام
ملائکہ کی گزرگاہ بن گئے در و بام
اسی زمین کو تعبیرِ خواب ہونا تھا
اسی کی خاک کو اک دن گلاب ہونا تھا
کسی بزرگ کے ارمان اس دیار میں تھے
وہ مر چکے تھے مگر خواب انتظار میں تھے
انہیں حضورؐ کی آمد کی آرزو تھی بہت
نظر میں اپنے صحیفوں کی آبرو تھی بہت

یقین تھا انہیں توریت کے حوالے کا
تھا انتظار انہیں ایسے آنے والے کا
جو آسمانی بشارت کا آئینہ ہوگا
اسی پہ ختم نبوت کا سلسلہ ہوگا
اٹھے گا یوں کہ وہ چھا جائے گا زمانے پر
جھکیں گے دونوں جہاں اس کے آستانے پر
کہیں گے اہلِ یقیں آخری رسولؐ انہیں
مگر کریں گے نہ مشرک کبھی قبول انہیں
وطن کے لوگ وطن سے انہیں نکالیں گے
تو اس دیار میں آکر پڑاؤ ڈالیں گے
یقیں بہار کا تھا، روشنی کا سایہ تھا
اسی بزرگ نے یثرب میں گھر بنایا تھا
اسی امید پہ روشن رہا چراغ ان کا
اسی خیال میں الجھا رہا دماغ ان کا
انہیں یقین تھا اک دن رسولؐ آئیں گے
مدینہ آئیں گے مکے کو بھول جائیں گے
مگر یہ لمحہ نہ ان کی حیات میں آیا
وہ اک رسولؐ نہ اس کائنات میں آیا
چراغِ عمر جو رہ رہ کے جھلملانے لگا
تو یہ خیال انہیں صبح و شام آنے لگا

کہ اک وصیتِ آخر لکھا کے رکھ جائیں
کسی کے پاس امانت بنا کے رکھ جائیں
اسی امید میں پُرکھے گزر گئے کتنے
یہ بوجھ جان پہ رکھے گزر گئے کتنے
نبی کے نام کا گھر تھا اسی طرح سے ابھی
پرانا سا تھا مگر تھا اسی طرح سے ابھی
رکھی ہوئی تھی وصیت اسی گھرانے میں
یہ حق ادا ہوا ایوبؓ کے زمانے میں
درست ہونا تھا یہ اعتبارِ خواب آخر
طلوع ہونا ہے اک روز آفتاب آخر
مکان، نور بداماں اسی مکیں سے ہوا
فروغِ دینِ مبیں، جو ہوا یہیں سے ہوا
مدینہ شہر رسالت پناہ ٹھہرا ہے
مدینہ جلوہ گہہِ مہر و ماہ ٹھہرا ہے
یہاں سموم بھی بادِ بہار جیسی ہے
یہاں کی ریت دُرِ شاہوار جیسی ہے
یہاں چٹان بھی ریشم دکھائی دیتی ہے
یہاں زمین کی دھڑکن سنائی دیتی ہے
یہاں کی شام پہ سورج نثار ہوتا ہے
ازل کا نور یہاں آشکار ہوتا ہے

یہاں کی دھوپ بھی لگتی ہے چاندنی کی طرح
یہاں سکوت کا عالم ہے نغمگی کی طرح
یہاں کھجور کی شاخوں پہ چاند اترتا ہے
یہاں زمین کو سورج سلام کرتا ہے
یہاں پہاڑوں سے آتی ہے پھول کی خوشبو
بسی ہوئی ہے ہوا میں رسولؐ کی خوشبو
فرشتے اڑ کے یہاں آسماں سے آتے ہیں
چراغ بن کے مہ وکہکشاں سے آتے ہیں
مدینہ دل کی طرح جسمِ کائنات میں ہے
یہ ایک سکہ زرِ کاسۂ حیات میں ہے
مدینہ اپنی مساجد کا کیا شمار کرے
یہاں خدا بھی اذانوں کا انتظار کرے
زمیں نے کتنے عروج وزوال دیکھے ہیں
اس آئینے میں بہت ماہ وسال دیکھے ہیں
چڑھے ہوئے کئی دریا اتر گئے لیکن
نہ جانے کتنے زمانے گزر گئے لیکن
سماعتوں میں اذانِ بلالؓ طاری ہے
دل و نگاہ پہ فیضِ رسولؐ جاری ہے
صدائے غیب چٹانوں کو چیر جاتی ہے
یہیں سے ہو کے ابد کی لکیر جاتی ہے

مدینہ آخری منزل رسول پاک کی ہے
یہ شمع اب بھی امانت یہیں کی خاک کی ہے

یہ اعترافِ حقیقت ہے شعر گوئی نہیں
خدا کے بعد نبیؐ ہیں پھر اور کوئی نہیں

اب اس کے بعد قصیدے میں کیا کہا جائے
قلم کو چوم لیا جائے چپ رہا جائے

☆☆☆

مسجدِ وادی

قبا سے قافلۂ مصطفیٰ مدینے چلا
مثالِ موجۂ بادِ صبا مدینے چلا
ہوائے کوچۂ یثرب نے پیشوائی کی
غبارِ وادیٔ اقدس نے رہنمائی کی
زمین تھی کہ بچھی جارہی تھی پاؤں تلے
گزر رہا تھا سفر آسماں کی چھاؤں تلے
درود زادِ سفر تھا، سلام ہدیۂ جاں
سکوت، دشت و بیاباں میں دے رہا تھا اذاں
قبا سے ارضِ مدینہ کچھ اتنی دور نہ تھی
مگر قریب بھی وہ بارگاہِ نور نہ تھی
وہ دوپہر تھی کہ سورج زمیں پہ اترا تھا
مسافروں کا پسینہ جبیں پہ اترا تھا
حضورؐ ساتھ میں تھے کائنات ساتھ میں تھی
نظر مدینے پہ راہِ نجات ساتھ میں تھی

پڑی جو راہ میں سالم بن عوف کی بستی
نمازِ جمعہ کی ساعت قریب آ پہنچی
سواریوں سے زمیں پر اتر گئے سب لوگ
اسی دیارِ کرم میں ٹھہر گئے سب لوگ
زمام چھوڑ کے بہرِ نماز سب اترے
عبا سنبھال کے اپنی، رسولِ رب اترے
اسی مقام پہ آ کے نمازِ جمعہ ہوئی
جو دیکھنا ہو تو اس کا عروج دیکھے کوئی
نمازِ جمعہ یہ ہجرت کے بعد پہلی تھی
یہ راستے کی اذاں دور دور پھیلی تھی
یہ کس غضب کے سجودِ مسافرانہ تھے
جبیں کے نقش سوئے آسماں روانہ تھے
پھر اس مقام پہ مسجد کی نیو ڈالی گئی
زمیں کی گود سے اک روشنی اچھالی گئی
بنام مسجدِ وادی پکارتے ہیں اسے
فرشتے عرش سے آ کر بُہارتے ہیں اسے
یہ سرزمین، نگاہوں کو نور لگتی ہے
وہ روشنی ہے کہ اقصائے طور لگتی ہے
صدائے عہد گزشتہ سنائی دیتی ہے
کھنڈر کھنڈر ابھی بستی دکھائی دیتی ہے

ہے واسطہ جو اسے جلوۂ حضورؐ سے بھی
سلام کرنے کو جی چاہتا ہے دور سے بھی
کہ اس خرابے نے آغازِ دین دیکھا ہے
جمالِ روئے رسولِ مبینؐ دیکھا ہے
زمانہ بیت گیا، پھر بھی سب کو یاد ہے یہ
کہ سجدہ گاہِ رسالت قبا کے بعد ہے یہ

☆☆☆

مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

وہ اک زمین بھی کتنی نصیب والی تھی
جہاں پہ مسجدِ نبویؐ کی نیو ڈالی تھی
حصار و گنبد و دیوار و در سے عاری تھی
مگر حضورؐ سے پہلے نماز جاری تھی
یہ ملکیت تھی مدینے کے دو یتیموں کی
گزر بسر تھی اسی باغ پر غریبوں کی
یہی زمیں، نگہِ انتخاب میں آئی
یہ بات علمِ رسالت مآب میں آئی
بلا کے دونوں کو جب مدعا کہا ان سے
تو یہ جواب عقیدت بھرا سنا ان سے
ہم آپ کے ہیں ہماری زمین آپ کی ہے
خدا کے نام پہ ساری زمین آپ کی ہے
نظر میں تھی جو غریبوں کی تنگ دامانی
یہ بات سرورِ کونین نے نہیں مانی

درم چکائے کھجوروں کے باغ کے بدلے
ستارے سونپ دیئے اک چراغ کے بدلے
بنائے مسجدِ نبوی کا اہتمام ہوا
تو آسماں کے فرشتوں کا اژدہام ہوا
یہاں حضوؐر نے جب خشتِ اوّلیں رکھی
تو آسمان پہ گویا بنائے دیں رکھی
یہ خشت تا بہ قیامت رکھی رہے گی یہیں
یہ سجدہ گاہ، صدی تا صدی رہے گی یہیں
اسی سے مل کے بنے امہات کے حجرے
بلندیوں میں یہی سات ہاتھ کے حجرے
بیوت پاک پہ پردے پڑے تھے کمبل کے
مگر وہ نور تقدس کہ رات دن چھلکے
قیام گاہ یہ سوداؓ کی عائشہؓ کی تھی
یہ برج سعد تھے، یاں سادگی بلا کی تھی
یہیں پہ نور نظر فاطمہؓ کا حجرا تھا
جہاں حجاب کی چلمن، حیا کا پہرا تھا
یہ ان کے گھر تھے جو والی تھے دو جہانوں کے
یہ لوگ جیسے فرشتے تھے آسمانوں کے
چھتیں ستاروں کی تھیں چاندنی کے کمرے تھے
حسنؓ حسینؓ اسی صحن کے کھلونے تھے

فرودگاہِ شہِ مرسلیںؐ بنی مسجد
کھلی تو مرکزِ تبلیغِ دیں بنی مسجد
تمام رات یہاں چاندنی برستی تھی
عجیب شان سے اک سادگی برستی تھی
اسی مقام سے دنیا بدلنے والی تھی
یہ خاکِ راہ ستاروں میں ڈھلنے والی تھی
نظر اٹھائیں تو دامن میں پھول سا برسے
دعا کریں تو جمالِ قبول سا برسے
یہاں سے عرشِ معلیٰ دکھائی دیتا ہے
ہوا چلے ہے تو قرآں سنائی دیتا ہے

☆☆☆

اذان

نماز وقت پہ پڑھنے کا اہتمام کریں
مگر سوال تھا کیونکر صدائے عام کریں
نمازیوں کے بلاوے کا اک معاملہ تھا
رسولؐ پاک کے آگے عجیب مسئلہ تھا
گجر بجائیں کہ پرچم کوئی بلند کریں
نکالا جائے وہ رستہ کہ سب پسند کریں
اذان کس طرح دی جائے، سوچنا تھا یہ
الگ طریقِ شریعت ہو، مدعا تھا یہ
اذان نیند میں اتری صدا صدا ہو کر
اذان پھیل گئی روح کی دعاء ہو کر
اذان خوابِ شبِ بے قرار عبداللہ
اذان سرِّ نہاں یادگارِ عبداللہ
اذان اشہد ان لا الہ الا اللہ
اذان پانچ دفعہ دن میں قم باذن اللہ

اذان روح کی پرواز دل کی دھڑکن ہے

اذان ارض وسماء کی صدائے روشن ہے

اذان اوجِ ثریا کا اہتمامِ سفر

اذان مشرق و مغرب، اذان شام و سحر

اذان موسمِ گل ہے اذان موجِ صبا

اذان ذوقِ عبادت اذان حرفِ دعا

اذان عشقِ خدا ہے اذان عشقِ نبیؐ

اذان بادۂ وحدت اذان تشنہ لبی

اذان رمزِ محبت اذان رازِ وفا

اذان طورِ تجلی اذان غارِ حرا

اذان حکمِ مشیت اذان گوشۂ راز

اذان محفلِ خلوت اذان شرح نماز

اذان حرفِ تجلائے نیم بیداری

اذان ذوقِ تصور جمالِ سرشاری

اذان آئینہ خانہ، اذان آئینہ

اذان ہفت سماوات کے لئے زینہ

اذان لحنِ بلالیؓ اذان نغمۂ جاں

اذان صبحِ تقدس، اذان شامِ اماں

اذان وسعتِ ارض وسماء کی حامل ہے

اذان ملتِ بیضا کے خوں میں شامل ہے

اذان سرحدِ امکاں کو پیر جاتی ہے
اذان روح میں خوشبو بکھیر جاتی ہے
اذان تکملۂ دیں کی اک نشانی ہے
اذان عالمِ فانی میں غیر فانی ہے
اذان وقت کی پابند ہے زمانے میں
اذان دیر لگاتی نہیں جگانے میں
ازل سے آئی ہے چل کر رسولؐ کے در تک
سفر اذان کا جاری رہے گا محشر تک
لکھوں جو وصف تو کاغذ میں جان آتی ہے
مرے قلم سے صدائے اذان آتی ہے
اسی صدا سے مری رات رات روشن ہے
مرا شعور، مری کائنات روشن ہے
سفر نصیب ہوا مجھ کو آسمانوں کا
مرے خیال پہ احسان ہے اذانوں کا

☆☆☆

معرکۂ بدر

شاہناموں کا مقلد نہیں ہونا ہے مجھے
اپنے لہجے میں حقیقت کو پرونا ہے مجھے
میرا اندازِ سخن میرا قلم ان کا ہے
چن رہا ہوں جو ستارے، یہ کرم ان کا ہے
انگلیوں سے لہو ٹپکے تو نئی بات نہیں
واقعہ بدر کا ہے آئی گئی بات نہیں
امتحاں تھا یہ مدینے کے حدی خوانوں کا
سامنا تھا انہیں حالات کے طوفانوں کا
ریت اڑاتی ہوئی جب گرم ہوا چلتی تھی
بال بکھرائے ہوئے جیسے فضا چلتی تھی
آسماں پر کہیں اڑتا ہوا بادل بھی نہ تھا
دھوپ وہ جس کا بیاباں میں کوئی حل بھی نہ تھا
آبلے پاؤں میں پڑ جائیں زمیں ایسی تھی
آگ سورج کی شعاعوں نے بچھا رکھی تھی

مکے والے تھے بڑی جنگ کی تیاری میں
فوج کی فوج تھی بوجہل کی سرداری میں
قافلہ شام سے لوٹا ابوسفیان کے ساتھ
اونٹ پر جنگ کے سارے سروسامان کے ساتھ
قافلہ پیچھے تھا سردار تھا آگے آگے
یہ خبر آئی تو اصحابِ مدینہ جاگے
جمع ارکان ہوئے مجلسِ شوریٰ بیٹھی
سب کے دل میں یہی تجویزِ دل آرا بیٹھی
دشمنوں کو کہیں رستے ہی میں روکا جائے
دیر اچھی نہیں آغاز میں ٹوکا جائے
جڑ اسی موڑ پہ کٹ جائے یہی اچھا ہے
پانسا پہلے ہی پلٹ جائے یہی اچھا ہے
یہ فصیلِ رہِ فردا ہیں انہیں ختم کرو
دشمنِ منزلِ عقبیٰ ہیں انہیں ختم کرو
یہ دھواں دیدۂ آفاق کو پی جائے گا
خون تھوڑا سا ملے گا تو یہ جی جائے گا
اپنے اسلاف کو برباد کیا ہے اس نے
خونِ سرمایۂ اجداد کیا ہے اس نے
اس نے پتھر کے خداؤں کی پرستش کی ہے
اس نے کعبہ میں خرافات کی بارش کی ہے

بولہب اس کو بنایا اسے بوجہل کیا
کارِ ابلیس کو در پردہ بڑا اسہل کیا
اس نے سوچا نہ کبھی دین کی عظمت کیا ہے
اس نے سوچا نہ کبھی رمزِ عبادت کیا ہے
چاند کے چاہنے والوں سے گلہ ہے اس کو
آنکھ پھوٹی ہے اجالوں سے گلہ ہے اس کو
کلمۂ حق کی صدا کان میں جاتی ہی نہیں
بات اللہ و نبیؐ کی اسے بھاتی ہی نہیں
بے وطن کر کے بھی آرام نہ آیا اس کو
دوسرا اور کوئی کام نہ آیا اس کو
وقت آیا ہے کہ دشمن کو سزا دی جائے
چل کے میداں میں انا اس کی مٹا دی جائے
مشورہ سرورِ کونین کو بھایا سب کا
فیصلہ مصلحت آگیں نظر آیا سب کا
لوحِ پیشانی پہ اک نورِ عقیدت دیکھا
سب کی آنکھوں میں وہی خوابِ شہادت دیکھا
جو زمانے کے زمانے کو پلٹ دیتا ہے
جان دے کر صفِ باطل کو الٹ دیتا ہے
بدر کو عالمِ فردا کا امیں ہونا تھا
آسماں جس پہ جھکے ایسی زمیں ہونا تھا

حق کا حصہ ہے، رہے دشنۂ قاتل کے خلاف
اپنی تلوار اٹھا لے، صفِ باطل کے خلاف
تین سو تیرا مسلمانوں کا لشکر نکلا
سرفروشانہ اٹھا بدر میں جاکر نکلا
ہائے کیا فوج تھی کیا رتبہ و معیار اس کا
سرورِ کون و مکاں تھا سپہ سالار اس کا
ہاتھ میں تیغ و سناں ذہن مناجات میں تھا
خوف کس کا کہ خدا سر پہ نبیؐ ساتھ میں تھا
جان دینے کے لئے نکلے تھے ڈرنا کیا تھا
مختصر جنگ کا سامان تھا ورنہ کیا تھا
سامنے منزلِ جاں تھی کسے گھر یاد آئے
اک درخشندہ سا انجامِ سفر یاد آئے
اہلِ دل جانبِ میدان چلے جاتے تھے
بے نیازِ سر و سامان چلے جاتے تھے
یہ حکومت کے لئے تھا نہ سیاست کے لئے
کفنی اوڑھ کے نکلے تھے شہادت کے لئے
قافلہ بدر کے میداں میں قدم رکھتا ہے
ساتھ میں جنگ کا سامان بھی کم رکھتا ہے
آٹھ تلواریں تھیں، چھ زرہیں تھیں، دو گھوڑے تھے
جن کا اللہ ہو ان کے لئے کم تھوڑے تھے

عرصۂ بدر میں پہنچے تو یہ معلوم ہوا
راستہ قافلۂ اہلِ ستم کاٹ گیا
سب کو سفیان بچاتا ہوا گھر جا پہنچا
فاصلہ بڑھ تو گیا بچ کے مگر جا پہنچا
جتنے کفار بھی آئے تھے تعاون کے لئے
جنگ اب اتنی ضروری نہ رہی ان کے لئے
کارواں بچ گیا اپنا تو ٹھہرنا کیا ہے
جنگ بے سود ہے، بے موت یہ مرنا کیا ہے
بات بوجہل نے لوگوں کی نہ مانی نہ سنی
صرف عنوان پڑھا ساری کہانی نہ سنی
لڑنے آئے تھے تو یہ حیلہ بہانہ کیسا
اٹھ گئے پاؤں تو اب لوٹ کے جانا کیسا
یہ مسلماں، خس و خاشاک ہیں ڈرتے کیا ہو
تیغ اٹھالی ہے تو اب ہاتھ سے دھرتے کیا ہو
اپنے کاندھے پہ چلے آئے ہیں کملی ڈالے
ہم سے کیا کھا کے لڑیں گے نئے مذہب والے
ہڈیاں پیس کے پھینک آؤ بیابانوں میں
ایک مچھر بھی نظر آئے نہ میدانوں میں
ریت کی قبر میں دفنا کے انہیں جائیں گے
جنگ کیا چیز ہے سمجھا کے انہیں جائیں گے

معرکہ ختم ہوا جاتا ہے پل دو پل میں
فتح کا جشن منائیں گے اسی مقتل میں
ابو سفیان بھی مکے سے پھرا تیغ بہ کف
ساتھ کتنوں کو لئے بدر کے میداں کی طرف
اپنے سینے میں چھپائے ہوئے کینے کو چلا
بال بکھرائے، پھلائے ہوئے سینے کو چلا
برق رفتاری سے گھوڑوں کی لگامیں کھینچے
آن پہنچا ابو سفیان بھی پیچھے پیچھے
کوئی آمادہ نہ تھا جنگ پہ آنے کے لئے
ساتھ ہونا پڑا دنیا کو دکھانے کے لئے
لڑنے آئے تھے مگر دل سے نہیں آئے تھے
موت جس موڑ پہ لکھی تھی وہیں آئے تھے
ہم سفر سارے پریشان تھے بیزار بھی تھے
لوٹ جانے کے لئے بدر سے تیار بھی تھے
ان کو مغرور ابو جہل نے جانے نہ دیا
لوٹنے کا بھی انہیں وقت قضا نے نہ دیا
اس طرف سرورِ دیںؐ محوِ دعا بیٹھے تھے
خشک پتوں سے بنے خیمے میں آ بیٹھے تھے
دیدۂ تر سے گرے فرشِ زمیں پر آنسو
التجا بن کے گئے عرشِ بریں پر آنسو

دور تک گرم چٹانوں میں پہنچ کر پھیلی
یہ دعا دونوں جہانوں میں پہنچ کر پھیلی
رات جیتی تو نہ دیکھے گا سویرا کوئی
نام لے گا مرے اللہ! نہ تیرا کوئی
تیرے بندوں کا نہیں تیرے سوا کوئی بھی
ان کی امداد بھی کر، رحم بھی، دل جوئی بھی
غلبۂ کفر میں ایمان کی لو، زندہ رکھ
شمعِ اسلام ہواؤں میں بھی تابندہ رکھ
تشنہ کاموں پہ عنایات کی بارش کردے
ہاتھ پھیلائے ہم آئے ہیں نوازش کردے
ہم بہت کم ہیں، فرشتوں کی کمک چاہتے ہیں
روشنی دور تلک دور تلک چاہتے ہیں
ابر برسا کہ ترے تشنہ بہ لب آئے ہیں
وعدۂ کوثر و تسنیم میں سب آئے ہیں
ہم کو قرآن دیا ہے تو نگہداری کر
دل دیا ہے تو برے وقت میں دلداری کر
التجا سرورِ کونین کی مقبول ہوئی
آسماں سرد ہوا ریگِ رواں پھول ہوئی
دشت و صحرا کے لئے ایک نئی بات ہوئی
یہ دعا مانگ کے بیٹھے تھے کہ برسات ہوئی

سب گڑھے بھر گئے پل بھر میں پیالوں کی طرح
بجھ گئی ریت تپکتی تھی جو چھالوں کی طرح
ساری افسردہ دلی بہہ گئی اس پانی میں
لہر سی آگئی اک جذبۂ ایمانی میں
وہی ہوتا ہے جو ہوتی ہے مشیت اس کی
فتح ہونی ہے یہ بارش ہے بشارت اس کی
عرصۂ جنگ میں تعداد سے کیا ہوتا ہے
غیر اللہ کی امداد سے کیا ہوتا ہے
نام رہتا ہے شہیدانِ وفا کا زندہ
یاد رہتی ہے ستاروں کی طرح تابندہ
معرکہ بدر کا اسلام کا دروازہ ہے
آج بھی اس کے شہیدوں کا لہو تازہ ہے
صبح کی دھوپ میں یہ معرکہ آغاز ہوا
دور تک مرگِ مفاجات کا در باز ہوا
ساڑھے نو سو سرِ میدان تھے کافر کم و بیش
نکلے لڑنے کے لئے تین جوانانِ قریش
تین انصار بڑھے نعرہ بلب تیغ بہ کف
نیزہ لہراتے ہواؤں میں لعینوں کی طرف
کافروں کو جو ہوا علم کہ انصار ہیں یہ
شور کرنے لگے، ناقابلِ پیکار ہیں یہ

ایسے ویسوں کے مقابل میں کھڑے کیسے ہوں
سامنے آئیں جو رتبے میں ہمیں جیسے ہوں
سن کے یہ بات علیؓ اور عبیدہؓ نکلے
ان کے ہمراہ صفیں چیر کے حمزہؓ نکلے

عتبہ و شیبہ کے ہمراہ وہ مغرور ولید
سینکڑوں زخم لگے جسم پہ ہر زخم شدید
ایک دو وار میں سر کٹ گئے ان تینوں کے
خاک پر جسم پڑے رہ گئے بے دینوں کے

موت اس جنگ میں آئی نہ عبیدہؓ کے قریب
سفرِ خلد کیا بعد میں سفرا کے قریب
جنگ سے آکے علیؓ شیرِ خدا کہلائے
بعد میں حمزہؓ، شہید الشہداء کہلائے

بدر کی خاک نے حمزہؓ کا لہو چکھا ہے
عرش پر نام ہے تربت میں بدن رکھا ہے
حال دنیا پہ عیاں ہے مجھے سمجھانا نہیں
معرکہ یہ حق و باطل کا ہے افسانہ نہیں

وہ امیہ وہ بلالِ حبشیؓ کا دشمن
وہ فرومایہ، وہ ظالم وہ نبیؐ کا دشمن
تیغ ہاتھوں میں سنبھالے اسی میدان میں تھا
دیکھ کر جنگ کا عالم بڑے ہیجان میں تھا

دل نہ تھا، پھر بھی لڑائی کے لئے آیا تھا
وہ ابوجہل کے الزام سے گھبرایا تھا
اس کا بیٹا بھی لڑائی میں جواں مارا گیا
سامنے باپ کھڑا تھا یہ جہاں مارا گیا
ایسی آندھی تھی کہیں ایک پرندہ نہ بچا
یوں امیہ پہ ہوا وار کہ زندہ نہ بچا
سو گیا خاک کی آغوش میں ارماں اس کا
ریت میں ڈوب گیا خونِ دل وجاں اس کا
وہ ابوجہل، وہ اسلام کا پہلا دشمن
روشنی دیکھ کے جل جائے وہ اندھا دشمن
زندگی کٹ گئی لیکن نہ عقیدہ بدلا
کتنا بھٹکا مگر اک بار نہ رستہ بدلا
یہ اندھیروں کا پجاری تھا پجاری ہی رہا
سلسلہ اس کی خرافات کا جاری ہی رہا
دین کو کیسے مٹا دے یہی غم تھا اس کو
جس قدر دور ہو اللہ سے کم تھا اس کو
یہ بھی انجام کو پہنچا سرِ ویرانۂ بدر
اس کے کردار کا غماز ہے افسانۂ بدر
سر ابھی تک اسی صحرا میں پٹکتی ہوگی
روح ویران پہاڑوں میں بھٹکتی ہوگی

اتنے تھوڑے سے مسلمان کہاں، جنگ کہاں

چادرِ خاک کہاں، مسند و اورنگ کہاں

کفر کے جھونک میں کفار نے کیا کیا نہ کیا

کون سا حشر ہے جو بدر میں برپا نہ کیا

سب نے چاہا تھا کہ سورج نہ ابھرنے پائے

دن، اندھیروں کا کوئی زخم نہ بھرنے پائے

ایسے عالم میں رسولِ عربیؐ کیا کرتے

رب کے آگے جو نہ روتے تو نبیؐ کیا کرتے

ریت مٹھی میں بھری جانبِ لشکر پھینکی

دوپہر بعد ہی، دشمن کی وہ حالت دیکھی

منتشر ہوگئے اعدائے نبیؐ راہوں میں

کوئی باقی نہ رہا اپنی کمیں گاہوں میں

بدر ہے نصرتِ دیں، نصرتِ دیں، نصرتِ دیں

بدر ہے فتحِ مبیں، فتحِ مبیں، فتحِ مبیں

بدر کی جنگ نہ ہوتی تو قدم کیا کھلتے

ساری دنیا میں محمدؐ کے علم کیا کھلتے

وعدۂ نصرتِ حق اور بھی محکم ٹھہرا

پاؤں یوں پھیلے کے اقصائے جہاں کم ٹھہرا

☆☆☆

اسیرانِ بدر

مہرِ تاباں کی طرح تھا یہ جہاد ایسا تھا
دھوپ بڑھتی ہی گئی روزِ مراد ایسا تھا
سرفروشانِ وفا کو تو گنوا آئے تھے
مسئلے اور بھی دو چار اٹھا لائے تھے
کامرانی میں بھی احساسِ زیاں تھوڑا سا
روشنی ساتھ میں لائی تھی دھواں تھوڑا سا
بدر سے لوٹ کے آئے جو مدینے میں حضورؐ
اک عجب درد لئے بیٹھے تھے سینے میں حضورؐ
تھے اسیروں میں کئی خون کے رشتے والے
شرم سے سامنے بیٹھے تھے جو گردن ڈالے
ان اسیروں میں جو کچھ عام تو کچھ خاص بھی تھے
ان میں عباس بھی تھے اور ابوالعاص بھی تھے
سوچ یہ تھی کہ انہیں چھوڑ دیں یا قتل کریں
یا معافی کے لئے جنگ کا تاوان بھریں

فیصلہ رحمتِ عالمؐ کے لئے مشکل تھا
جذبۂ رحم بھی باتوں میں کہیں شامل تھا
صفِ قاتل میں ہیں یہ، موت ہے منزل ان کی
کیا کِیا جائے کہ آسان ہو مشکل ان کی
کوئی بھی جرم کرے، عدل کا منشا یہ تھا
اس جگہ حضرت فاروقؓ کا کہنا یہ تھا
یہ نئی بات نہیں، جنگ کا خمیازہ ہے
ان اسیروں کے لئے موت کا دروازہ ہے
دشمنِ دیں ہیں یہ، اصحابِ نبیؐ کے قاتل
ان میں کوئی بھی نہیں رحم و کرم کے قابل
فیصلہ حضرت صدیقؓ کا تھا اور ہی کچھ
ان کا اندازِ تکلم تھا جدا، اور ہی کچھ
فارغ المال بھی ہونا ہے زمانے میں ہمیں
جمع کرنا ہے خزانہ بھی خزانے میں ہمیں
مملکت کا ابھی آغاز تھا اللہ غنی
فکرِ ملت کا یہ انداز تھا اللہ غنی
ہر مجاہد کا ہمیں قرض ادا کرنا ہے
کچھ تہی دستوں کا بھی فرض ادا کرنا ہے
ہے مناسب یہی ملت کی بھلائی کے لئے
عام اعلان کیا جائے رہائی کے لئے

جائیں سب اپنے وطن جان کا فدیہ دے کر
ہم سے احسان خریدیں کوئی ہدیہ دے کر

سرورِ دیں کو یہ بات شفیقانہ لگی
عمرؓ و سعدؓ کی تجویز، دل آراء نہ لگی

بدر کے سارے اسیروں کے مقدر کھولے
کامرانی کی نئی راہ نئے در کھولے

یہ رہائی یہ تقاضائے کرم ٹھیک نہ تھا
سب کے نزدیک تھا اللہ کے نزدیک نہ تھا

سامنے عقل کی ناکردہ گناہی آئی
فیصلہ کچھ تھا، الگ وحیِ الٰہی آئی

اجتہادِ بشری ایک خطا کر بیٹھا
فیصلہ رمزِ مشیت سے جدا کر بیٹھا

پہلے اللہ کی مرضی نہ ملی کیا کرتے
ہوگئی بات جو ہونی تھی نبیؐ کیا کرتے

دل کے جذبات، دعاؤں میں ڈھلے جاتے تھے
سوچتے جاتے تھے اور روئے چلے جاتے تھے

کیا گزرتی جو کہیں روزِ حساب آجاتا
عمرؓ و سعدؓ ہی بچتے جو عتاب آجاتا

☆☆☆

غزوۂ قینقاع

بدر کے بعد مدینے کی فضا اور ہی تھی
گلشنِ احمدِ مرسل کی ہوا اور ہی تھی
سجدۂ شکر تھے اور فتح کا ہنگامہ تھا
یہ نئے عہد کے اوراق کا سرنامہ تھا
اس نئے موڑ پہ منشائے مشیت بھی کھلا
بارگاہِ نبوی ؐ میں درِ حکمت بھی کھلا
عہد ناموں سے جو اندازِ ریاست پھیلا
ہر طرف کفر میں احساسِ بغاوت پھیلا
آنکھ اٹھنے لگی دنیا کی مدینے کی طرف
لاکھ طوفان بڑھے ایک سفینے کی طرف
منحرف ہو گئے سب امن کا وعدہ کر کے
سامنے آ گئے لڑنے کا ارادہ کر کے
کفر نے خیمے لگائے تھے کہ لوٹا جائے
پھیلتا جاتا ہے، اس نور پہ ٹوٹا جائے

منبعِ جرم و دغا، مرکزِ تشکیک بھی تھا
قینقاع ایک قبیلہ نہیں، تحریک بھی تھا
یہ یہودی بھی بڑا بغض و حسد رکھتے تھے
عہد کر کے بھی یہ اسلام سے کدِر رکھتے تھے
شمعِ ایمان کی دشمن تھیں ہوائیں ان کی
تھیں گناہوں سے شرابور ردائیں ان کی
آستینوں میں چھپا رکھے تھے خنجر سب نے
ایک یلغار سی کی دینِ نبیؐ پر سب نے
ایک لڑکی کے لئے برسرِ پیکار ہوئے
بیچ بازار میں عصمت کے خریدار ہوئے
طیش میں آ گئے جب سرورِ عالمؐ آئے
اپنی تلوار اٹھائے ہوئے برہم آئے
بدر کی فتح پہ طعنے بھی دیئے جانے لگے
سرکشی کرنے کے اعلان کئے جانے لگے
اپنے وعدے پہ نہ ٹھہرے کسی تدبیر سے وہ
منحرف ہو گئے لکھی ہوئی تحریر سے وہ
سرورِ دیںؐ سے سرِ عام بغاوت کر کے
قلعہ میں بیٹھ گئے جنگ کی نیت کر کے
اہلِ اسلام نے اس طرح سے گھیرا ان کو
نظر آنے لگا انجام کا چہرا ان کو

ولولے معرکہ آرائی کے بیکار گئے
پندرہ روز جو محصور رہے ہار گئے
سر اٹھایا تھا جہالت کے بھرم میں آ کر
پڑ گئے سرورِ عالمؐ کے قدم میں آ کر
قید میں آئے تھے قاتل تھے تھکے ہارے تھے
جرم ایسا تھا کہ گردن زدنی سارے تھے
زیرِ دام آ کے بھی ظالم نہ تہِ دام آئے
ابن ابی کے یہ الفاظِ کرم کام آئے
بخش دیں جرمِ بغاوت، شہِ والا ان کا
کر دیا جائے فقط دیس نکالا ان کا
ان کی تخریب کا پھل ہے کہ چمن سے نکلیں
اپنے گھر بار اکھاڑیں یہ وطن سے نکلیں
دینِ فطرت میں رعایت بھی جگہ پاتی ہے
اک منافق کی سفارش بھی صلہ پاتی ہے

☆☆☆

غزوۂ سویق

کفر جب معرکۂ بدر میں جی ہار گیا
ہاتھ سے پھینک کے ٹوٹی ہوئی تلوار گیا
دل میں اک آگ سی بھڑکی کہ یہ کیا بات ہوئی
اک ابابیل سے شاہین کو کیوں مات ہوئی
اڑ گیا دبدبۂ کفر ہواؤں میں کہاں
گھِر گیا جا کے لڑائی کی بلاؤں میں کہاں
چھیڑ خود کی تھی تو انجام بھی جھیلے خود ہی
خاک اور خون کی لہروں سے یہ کھیلے خود ہی
بدر کی جنگ نہ تھی کفر کی پسپائی تھی
ہر گلی کوچے میں پھیلی ہوئی رسوائی تھی
مکّہ بھر میں صفِ ماتم سی بچھی لگتی تھی
جس جگہ دیکھئے تلوار کھنچی لگتی تھی
فکرِ تخریب تھی ہوتا تھا یہی غور ابھی
انتقام اور ابھی، اور ابھی اور ابھی

کفر کے ہاتھ کا پیمانہ چھلک جانا تھا
اس لڑائی کو بہت دور تلک جانا تھا
ایک لمحہ تھا کہ صدیوں کی دھمک رکھتا تھا
روح میں چبھتی رہے، ایسی کسک رکھتا تھا

صفِ باطل میں قبیلے ہوئے شامل کتنے
اٹھ پڑے معرکہ ہائے حق و باطل کتنے
جو بھلائے سے نہ بھولے یہ شکست ایسی تھی
گر پڑے اڑ کے زمینوں پہ یہ جست ایسی تھی

قتل گہ میں جنہیں یہ کھو کے چلے آئے تھے
جن کی لاشوں پہ یہ رو دھو کے چلے آئے تھے
مرثیے ان کے حوالوں سے پڑھے جانے لگے
جھوٹے سچے کئی افسانے گڑھے جانے لگے

بدر سے لائی ہوئی آگ کو بھڑکاتے رہے
صاف کرتے رہے تلواریں، رجز گاتے رہے
ایک سے ایک تھے اسلام کے قاتل ان میں
کچھ یہودی شعراء ہو گئے شامل ان میں

شوخیٔ طبع دکھاتے تھے بلا کی یہ لوگ
ہجو لکھتے تھے رسولِ دو سرا کی یہ لوگ
بھول بیٹھے تھے یہ طوفان اٹھانے والے
ہیں محمدؐ کے قدم پار لگانے والے

ابو سفیان نے پھر سلسلہ جنبانی کی
بدر کو بھول کے نادان نے نادانی کی
چل کے مکّے سے مدینے کے قریب آ پہنچا
زغۂ مرگ میں آوارہ نصیب آ پہنچا
دشت میں جب ابو سفیان نے لشکر ڈالا
ایک انصار کا سر تن سے جدا کر ڈالا
سوچ کے آئے تھے ہم بدلے کا بدلہ لیں گے
بوند بھر خون نہیں دجلے کا دجلہ لیں گے
کھیت برباد کئے باغوں کے پھل توڑ دیے
اونٹ میدانوں میں چرنے کے لئے چھوڑ دیے
یہ خبر اڑ کے مدینے کی گلی تک پہنچی
بات اس جنگ کی دربارِ نبیؐ تک پہنچی
سرِ میداں نبیؐ پہنچے تو وہاں کچھ بھی نہ تھا
راہ میں آگ، ہواؤں میں دھواں کچھ بھی نہ تھا
چھا گیا ہیبتِ اسلام سے، لرزہ ایسا
صرف سناٹا تھا، تبدیل تھا نقشہ ایسا
چھوڑ کر راہ میں سب نقشِ سفر بھاگ گئے
یہ جدھر سے اِدھر آئے تھے اُدھر بھاگ گئے
بکھرا بکھرا ہوا میدان کا منظر دیکھا
دور جاتا ابو سفیان کا لشکر دیکھا

تھیلیاں ستو کی سامانِ سفر میں رکھے
آئے تھے جنگ کے میداں کو نظر میں رکھے
لمحہ لمحہ سفر آسان بناتے جاتے
تھیلیاں پھینکتے، اونٹوں کو بھگاتے جاتے
فوجِ اسلام تعاقب میں کہاں تک جاتی
اتنی دوری تھی کہ جاتی تو نظر تھک جاتی
جنگِ بے جنگ تھی یہ جنگِ سویق ایسی تھی
دل سے سنئے تو فرشتوں کی دعا جیسی تھی

☆☆☆

جنگِ احد

ضبط نے چھین لئے دیدۂ نم سے آنسو
ٹپکے پڑتے ہیں مری نوکِ قلم سے آنسو
سادے کاغذ پہ چھلکتے ہوں شرارے جیسے
جل رہے ہوں مری آنکھوں کے کنارے جیسے
منزلِ عشق میں کیا تھا سرِ جادہ کیا تھا
کون جانے کہ مشیت کا ارادہ کیا تھا
مرثیہ ہے نہ رجز ہے نہ حدی خوانی ہے
کیا لکھوں جنگِ اُحد کیا ہے، پریشانی ہے
بدر میں خونِ شہیداں تر و تازہ تھا ابھی
ریت نم دیدہ، بیاباں تر و تازہ تھا ابھی
کفر کی آنکھ میں کانٹا سا کھٹکتا تھا ابھی
معرکہ ہار کے سر اپنا پٹکتا تھا ابھی
وہی مکہ تھا وہی رنگِ ضلالت اس کا
وہی تکذیب، وہی طرزِ خطابت اس کا

ضد وہی ضد تھی کہ اسلام نہ رہنے پائے
دینِ فطرت کا کہیں نام نہ رہنے پائے

اہلِ مکہ کی جہالت کی سند کیوں ہوتی
آنکھ کھل جاتی تو پھر جنگِ احد کیوں ہوتی

سب کو اندازۂ زخمِ دل وجاں ہونے لگا
کفر کے سارے چراغوں میں دھواں ہونے لگا

کارگر تھے ابو سفیان کے حیلے کتنے
مل گئے اس کے قبیلے سے قبیلے کتنے

مذہبی جنگ کا نام اس کو دیا جانے لگا
چلتے پھرتے، سروسامان کیا جانے لگا

یہ جو نخوت کی حدیں پار کئے بیٹھے تھے
اپنے تنکوں کو بھی تلوار کئے بیٹھے تھے

جا پڑے اڑ کے مدینے کی چراگاہوں میں
نوچ ڈالے جو انہیں باغ ملے راہوں میں

دور تک پھیل کے میدانِ احد کو گھیرا
حوصلہ باندھ کے منہ سوئے مدینہ پھیرا

یہ دھمک اڑ کے مدینے کی گلی تک پہنچی
بات حملے کی جو دربارِ نبیؐ تک پہنچی

راتِ پُر نور کی یلغار نہ ہوتی کیسے
فرض کے ہاتھ میں تلوار نہ ہوتی کیسے

مسئلہ تھا کہ مدینے میں رہیں جنگ لڑیں
یا نکل کر سرِ میدانِ احد ٹوٹ پڑیں
کچھ تو کہتے تھے، نکلنا نہیں اچھا ہوگا
اس قیامت سے نپٹنا، یہیں اچھا ہوگا
کچھ یہ کہتے تھے مدینے سے نکل کر لڑیئے
شہر میں جنگ مناسب نہیں باہر لڑیئے
رائے رکنے کی بھی ہنگامِ سفر لائی گئی
ایسے عالم میں جو منظور نہ فرمائی گئی
ایک پل اب تو مدینے میں گزاریں گے نہ ہم
اسلحہ باندھ لیا ہے تو اتاریں گے نہ ہم
جنگ جا کر سرِ میدان لڑی جائے گی
چلیئے اب دادِ شجاعت وہیں دی جائے گی
جنگ جب چھیڑ دی باطل نے تو مہلت کیسی
بات جب آن پڑی حق کی تو حجت کیسی
جو بھی نکلا تھا وہ کاندھے پہ کفن رکھتا تھا
جان ایمان پہ دینے کی لگن رکھتا تھا
منہ نہ پھیریں گے بھلے سر پہ قیامت آئے
بڑھ کے پینا ہے اگر جامِ شہادت آئے
اک ہزار آدمی تھے لشکرِ اسلام کے ساتھ
بے خطر کود پڑے جنگ میں آرام کے ساتھ

دفعتاً ابن ابی گردِ کدورت لے کر
راہ سے لوٹ گیا اپنی جماعت لے کر
اس کی فطرت میں یہی تھا جو حد پر اترا
سات سو رہ گیا لشکر وہ احد پر اترا
رات اللہ کے بندوں کی دعا میں گزری
بھول کر سارا جہاں یادِ خدا میں گزری
صبح کی دھوپ جو پھیلی تو صف آرائی ہوئی
موت بھی جان بچاتی پھری گھبرائی ہوئی
خیمۂ کفر ہواؤں میں اڑے جاتے تھے
ہاتھ پڑتا تھا تو نیزے بھی مڑے جاتے تھے
جاں نثارانِ محمدؐ نے ہوا باندھی تھی
نوکِ شمشیر میں لگتا تھا قضا باندھی تھی
دشمنوں کو کہیں چھپنے کی جگہ مل نہ سکی
سر پہ تلوار جو ٹوٹی تو زباں ہل نہ سکی
صف کی صف ان کی الٹتی ہی چلی جاتی تھی
راستہ چھوڑ کے ہٹتی ہی چلی جاتی تھی
پشت پر مرگِ مفاجات، جہنم آگے
پاؤں اکھڑے تو جدھر سینگ سمائی، بھاگے
یک بہ یک جنگ کی تصویر بدل جاتی ہے
فتحِ اسلام تھی نزدیک کہ ٹل جاتی ہے

بھول سی ہوگئی درّے کی نگہبانی میں
خون جتنا بھی بہا مل گیا سب پانی میں
ایک لمحے کے لئے حکمِ نبیؐ بھول گئے
یاد جس بات کو رکھنا تھا وہی بھول گئے
بھول سے بھی جو کوئی بھول بڑی ہوتی ہے
فتح کی راہ میں دیوار کھڑی ہوتی ہے
حق کو بھولے گا جو دولت کی ہوس میں آکر
پھڑ پھڑائے گا وہ تابوتِ قفس میں آکر
بدر کی فتح کا تھوڑا سا غرور آیا تھا
کم نظر لوگوں کے ذہنوں میں ضرور آیا تھا
چھوڑ دی جس نے جگہ، مالِ غنیمت کے لئے
اس کی یہ بھول بھی کافی تھی قیامت کے لئے
حادثہ جنگِ احد میں وہ بپا ہوتا ہے
آج بھی سوچ لیا جائے تو دل روتا ہے
بھاگتے بھاگتے کفار ادھر آ پہنچے
تیغ ہاتھوں سے نہ اٹھتی تھی مگر آ پہنچے
اس خرابے کی خرابی ابھی ہونی تھی مزید
حملہ خالد نے کیا گھوم کے پیچھے سے شدید
اک قیامت اسی درّے میں اتر پڑنی تھی
ایک افتاد مسلمانوں کے سر پڑنی تھی

اس پہاڑی پہ مدینے کا لہو بہنے لگا

جو مجاہد ملا، زخموں کی قبا پہنے لگا

آنکھ جھپکی تھی کہ میدان کا نقشہ بدلا

فتح کے موڑ پہ اس جنگ کا پانسا بدلا

تن کہیں تھا تو سراپا کہیں سرداروں کا

لگ گیا ڈھیر سا ٹوٹی ہوئی تلواروں کا

کتنی ہی شخصیتیں کشتۂ خنجر نکلیں

نعشِ اصحاب جو گنوائیں تو ستّر نکلیں

اس میں حمزہؓ سے شہید الشہداء شامل تھے

پیارے سرکارِ دو عالمؐ کے چچا شامل تھے

جانے ہندہ کا جگر کیسے جگر والا تھا

چیر کر سینہ، کلیجہ بھی چبا ڈالا تھا

سخت پتھراؤ میں دندانِ نبیؐ بھی ٹوٹے

جم گیا خون تو ماتھے پہ بنے گل بوٹے

گر پڑے غار میں ایسے کہ نکلنا مشکل

چوٹ وہ آئی کہ پہلو بھی بدلنا مشکل

پرچمِ حق نظر آتا نہ تھا آخر کیا تھا

یہ ہراسانی کا عنواں جو نہ تھا پھر کیا تھا

تھا وہ عالم کہ صفیں ٹوٹ چکی تھیں کب کی

سرورِ کون و مکاں پر تھیں نگاہیں سب کی

پھر خبر آئی کہ سرکارؐ یہاں بیٹھے ہیں
غار پر آکے شہِ کون و مکاں بیٹھے ہیں
ٹل گئی جو گھڑی آئی تھی قیامت کی طرح
جمع اصحاب ہوئے گنجِ سعادت کی طرح
عرصۂ جنگ میں وہ شانِ نبوتؐ دیکھی
دل میں اللہ تو چہرے پہ بشارت دیکھی
اس مصیبت میں بھی شکرانہ ادا ہوتا ہے
موت کی چھاؤں میں دوگانہ ادا ہوتا ہے
لکھ گیا وقت بیابان کی پیشانی پر
ناز اچھا نہیں سجدوں کی فراوانی پر
پاؤں جب راہِ صداقت میں اٹھایا جائے
عشق کے ساتھ سیاست کو ملایا جائے
درۂ کوہِ عنین اب بھی صدا دیتا ہے
قصۂ زخمِ نہاں یاد دلا دیتا ہے
ابوسفیان کی للکار تھی جاتے جاتے
ہم پھر آئیں گے نئے سال کے آتے آتے
ہم مسلمانوں سے اس ہار کا بدلہ لیں گے
اپنی ٹوٹی ہوئی تلوار کا بدلہ لیں گے
یہ صدا آئی تو فاروقؓ کی تلوار اٹھی
وہ گرج تھی کہ فضاؤں میں بھی جھنکار اٹھی

قاتلوں سے نہیں اللہ سے شرمندہ ہیں
ہم ابھی سر کو کچلنے کے لئے زندہ ہیں
چند لمحوں کے لئے روز پریشانی تھا
پھر وہی طنطنۂ لشکرِ ایمانی تھا
کفر کے پاؤں جو اکھڑے تو ٹھہرنا کیسا
زعم سب ٹوٹ گیا، مارنا مرنا کیسا
یہ صدا آج بھی میدانِ احد دیتا ہے
اس کے ہو جائیں تو اللہ مدد دیتا ہے
جو شہیدانِ وفا جنگِ احد میں کھوئے
اہلِ جنت ہیں، نہ ان پر کوئی روئے دھوئے
یہ شہیدانِ وفا خاک تلے زندہ ہیں
یہ ستارے ابھی ڈوبے نہیں تابندہ ہیں
ان کے ماتھے کا لہو مشعل اسلام بنا
ان کا ہر زخم چراغِ شبِ ایام بنا
مدتیں بیت گئیں خاکِ احد روشن ہے
اس بیاباں میں ابھی شمعِ ابد روشن ہے
عرصۂ جنگ سے جب فوج مدینے آئی
حمزہؓ جیسا دُرِ تابندہ گنوا کے آئی
جتنا ماتم بھی کیا جاتا وہ کم تھا لیکن
اپنے گم گشتہ عزیزوں کا بھی غم تھا لیکن

ہر نظر ڈھونڈ رہی تھی کہ پیمبرؐ ہیں کہاں
اس سیہ رات میں وہ ماہِ منور ہیں کہاں
درد اپنا تھا کسی کو نہ خیال اپنا تھا
سب کو یہ فکر تھی سالارِ احد کیسا تھا
آنکھ ٹھنڈی ہوئی جب چاند سا چہرہ دیکھا
جی اٹھے لوگ جو سرکارؐ کو زندہ دیکھا

☆☆☆

حمراء الاسد

ابوسفیان جو مکہ سے گیا آبلہ پا
ہو گیا کوچہ و بازار میں اک شور بپا
جنگ جیتی تھی تو پھر ہار کے آئے کیسے
سر محمدؐ کا قلم کر کے نہ لائے کیسے
یہ وہ طعنہ تھا کہ ظالم کا جنوں جاگ اٹھا
جسم میں آگ لگی پھر وہی خوں جاگ اٹھا
جنگ کی تاب کسی میں بھی نہ تھی ہار کے بعد
کچھ نہ تھا ہاتھ میں ٹوٹی ہوئی تلوار کے بعد
پھر بھی کم بخت مدینے کی طرف جا لپکا
جسم میں راکھ ہی باقی تھی کہ شعلہ لپکا
کافروں کے یہ ارادے کوئی آسان نہ تھے
خستہ تھے پھر بھی مسلمان پریشان نہ تھے
سرورِ دیںؐ نے تعاقب کو ضروری سمجھا
پھر نئی جنگ کو اللہ کی مرضی سمجھا

اسلحے جنگِ احد کے ابھی کھولے بھی نہ تھے
تھک کے آئے تھے ابھی چین سے بیٹھے بھی نہ تھے
ہائے کیا بات ہے اس شانِ شکیبائی کی
پھر محمدؐ نے نئے سر سے صف آرائی کی
نور پیشانی پہ تھا پاؤں میں سو چھالے تھے
ان میں جتنے تھے سبھی جنگِ احد والے تھے
راہِ مولیٰ میں یہ تیار تھے قربانی پر
اڑ کے پھر ٹوٹ پڑے شعلۂ ایمانی پر
ابو سفیان کی ہمت نہ پڑی لڑنے کی
جاں نثارانِ محمدؐ پہ الٹ پڑنے کی
اپنے ہاتھوں میں لئے تیر وکماں لوٹ گیا
جس جہنم سے وہ آیا تھا وہاں لوٹ گیا
مال و دولت کے لئے تھی نہ زمیں کی خاطر
حق کی تلوار اٹھی غلبۂ دیں کی خاطر
قریۂ بے در و دیوار ہے حمراء الاسد
آج بھی آئنہ آثار ہے حمراء الاسد
رات ہونے لگے جب راہِ سحر میں حائل
کفر ہونے لگے جب حق کے سفر میں حائل
صبر کے ہاتھ میں تلوار نکل آئے گی
جب بھی ٹکرائے گا ہر بار نکل آئے گی

ظلم بڑھتا ہے تو یہ معرکہ یاد آتا ہے
یہی منزل ہے جہاں حکمِ جہاد آتا ہے

☆☆☆

شہیدانِ رجیع

تھے اولو العزم، شہیدانِ محبت کتنے
پی گئے تشنہ بہ لب جامِ شہادت کتنے
دل کو تڑپاتی تھی ہر وقت تمنائے وصال
شمع کی لو پہ گرے پڑتے تھے پروانہ مثال
اِنہی پروانوں کے جلنے سے بہار آئی تھی
خاک ان کی شبِ فردا کو نکھار آئی تھی
جاں نثارانِ محمدؐ کی ادا ایسی تھی
زندگی جس پہ نچھاور ہو قضا ایسی تھی
کفر کے سامنے تلوار اٹھی تھی جن کی
مکہ والوں کی نظر تھی متلاشی جن کی
کیا کہا جائے کہ عاصمؓ کی شہادت کیا تھی
اس مجاہد کا لہو پینے کی قیمت کیا تھی
سعد کی بیٹی سلافہ بڑی علامہ تھی
اسی بے درد کی سازش پسِ ہنگامہ تھی

اپنے دو بیٹوں کے قاتل کی خبر رکھتی تھی
رات دن حضرتِ عاصمؓ پہ نظر رکھتی تھی
قتلِ عاصمؓ کے لئے اہلِ ہنر چاہئے تھا
بادہ نوشی کے لئے کاسۂ سر چاہئے تھا
ابو سفیان نے لالچ میں ارادہ باندھا
درپئے قتل ہوا، سر سے عمامہ باندھا
چند لوگوں کو مدینے کے سفر پر بھیجا
چہرے مُہرے سے مسلمان بنا کر بھیجا
سب کے سب حضرتِ ثابتؓ کے مکاں پر ٹھہرے
جسمِ ناپاک پہ اسلام پہن کر ٹھہرے
چار دن مسجدِ نبوی میں جبیں سائی ہوئی
پھر درِ سرورِ عالم پہ پذیرائی ہوئی
لائے تھے حضرت ثابتؓ کو وسیلے کے لئے
واعظوں کی جو ضرورت تھی قبیلوں کے لئے
عرض کی حضرتِ عاصمؓ سے کہ فی الفور چلیں
ان کی ہمراہی میں دس عالمِ دیں اور چلیں
دین کا فرض سمجھتے تھے تو سمجھانے چلے
دل میں اک شمع جلائے ہوئے پروانے چلے
ایک اک بات شرارت سے بھری ہوتی ہے
کفر ہوتا ہے جہاں، حیلہ گری ہوتی ہے

دل میں کچھ اور تھا ہونٹوں پہ بہانہ تھا کوئی
ہائے اس جرأت بیجا کا ٹھکانا تھا کوئی
دسوں واعظ جو چلے راہ کو حیرانی تھی
یہ محبت تھی، مشیت تھی کہ نادانی تھی
گھیرا دشمن نے انہیں ارضِ رجیع آتے ہی
چڑھ گئے ایک پہاڑی پہ نظر جاتے ہی
ابوسفیان کے بھیجے ہوئے افراد تھے یہ
اس طرح ٹوٹ کے جو مائلِ بیداد تھے یہ
نیچے قاتل تھے، مسلمان تھے اونچائی پر
کفر حیران تھا اس معرکہ آرائی پر
کھل گیا حضرتِ عاصمؓ پہ ارادہ کیا ہے
قاتلوں سے ابوسفیان کا وعدہ کیا ہے
دل کی آواز نے سمجھا دیا ہونا کیا ہے
موت آنی ہے تو آجائے گی رونا کیا ہے
یہ تو ممکن ہی نہیں معرکہ سر ہو جائے
مرے اللہ! محمدؐ کو خبر ہو جائے
تیر برسائے گئے نیزے اُڑے، سنگ چلے
ایک کمزور و پریشاں ہو تو کیا جنگ چلے
موت کی چھاؤں میں عاصمؓ نے دعائیں مانگیں
چمنستانِ مدینہ کی ہوائیں مانگیں

میرے مولا! مرے قاتل کو مرا سر نہ ملے
ایسا اڑ جاؤں ہواؤں میں، کہیں پر نہ ملے
روح کے سامنے جب منزلِ پرواز آئی
آسمانوں سے بھی آمین کی آواز آئی
مکھیاں شہد کی کیا جانے کدھر سے آئیں
لاش کو گھیر لیا اس طرح بھر سے آئیں
سارے منظر میں دعاؤں کا اثر شامل تھا
لاش کو ہاتھ لگانا بھی بڑا مشکل تھا
رات جب آئی تو سیلاب، بلا کا آیا
ایک ناوقت کی بارش نے بدل دی کایا
لاش کیا لاش کا سایہ بھی نہیں تھا باقی
سب تہِ آب تھا جو کچھ بھی کہیں تھا باقی
اٹھ گئے واعظِ اسلام تو ایمان کے ساتھ
رہ گئے داغِ ندامت ابوسفیان کے ساتھ
اب سلافہ سے بھی انعامِ ہنر کیا ملتا
کاسۂ سر نہ ملا، کیسۂ زر کیا ملتا
معرکہ سخت تھا، حاصل تھی مگر نصرتِ غیب
موت کے منہ سے نکل آئے جو زیدؓ و خبیبؓ
گھر گئے بدر کے ہارے ہوئے مکاروں میں
یہ غلاموں کی طرح بک گئے بازاروں میں

مکے والوں میں خریدار بہت تھے ان کے
انتقامی، سرِ بازار بہت تھے ان کے
لگ گئے بک کے خبیبؓ ایسے سیہ کار کے ہاتھ
جس نے دیکھے تھے کبھی بدر میں تلوار کے ہاتھ
فیصلہ تھا انہیں سولی پہ چڑھایا جائے
آسمانوں میں کئی روز جھلایا جائے
بدلہ لینے میں وہ دستورِ عرب بھول گئے
جو بھی پرکھوں کا تمدن تھا وہ سب بھول گئے
جب یہ جاں دادۂ ایماں سرِ میداں آئے
جھومتے پڑھتے ہوئے آیۂ قرآں آئے
ہائے وہ جلوۂ محبوب سے رشتہ ان کا
منہ بہر حال رہا جانبِ قبلہ ان کا
تھا وہ پندارِ شہادت کا نشہ آنکھوں میں
خوف کیا خوف کا سایا بھی نہ تھا آنکھوں میں
منزلِ عشق کے کس موڑ پہ کام آئے تھے
ایسا لگتا تھا مدینے کے سلام آئے تھے
لبِ خاموش پہ خوشبو کا سفر جاری تھا
چہرۂ پاک پہ اک عالمِ سرشاری تھا
جب زبیرؓ آئے مدینے سے تو کیا دیکھتے ہیں
میلہ چالیس دنوں پر بھی لگا دیکھتے ہیں

نعش جب لے کے چلے دیکھ نہ پایا کوئی
بھیڑ میں ہاتھ پکڑنے بھی نہ آیا کوئی
بعد میں آنکھ کھلی اہلِ ستم جاگ پڑے
اڑ گئے ہوش مدینے کی طرف بھاگ پڑے
راہ میں گھیر لیا جب انہیں بے دردوں نے
کی نہ اک آہ، مدینے کے جواں مردوں نے
نعشِ مجبوری کے عالم میں زمیں پر رکھ دی
جس جگہ چھاؤں گھنیری تھی، وہیں پر رکھ دی
نعش محبوب یہاں تک تو اٹھا لائے ہم
تیرے دیوانے کی حرمت کو بچا لائے ہم
بے کفن خاک کا یہ ڈھیر حوالے تیرے
اے خدا! خاتمہ بالخیر، حوالے تیرے
کب نگل لے گئی اس نعش مبارک کو زمیں
آدمی کیا ہے فرشتوں کو بھی معلوم نہیں
حضرت زیدؓ کا انجام بھی مقتل ٹھہرا
سارے بے دینوں کے نزدیک یہی حل ٹھہرا
یہ شہیدانِ محبت، یہی مینارۂ نور
توڑ دیتے ہیں سمندر کے اندھیروں کا غرور
کوئی بھولا ہے نہ بھولے گا شہادت ان کی
وقت دہرائے گا تفسیرِ محبت ان کی

بیر معونہ

ایک بار اور رجیع ایسا ستم ڈھایا گیا
یہ جنوں بیر معونہ میں بھی دہرایا گیا
وہ دغاباز وہ بے درد وہ عامر نجدی
جس نے کچھ صورتِ حالات سمجھنے ہی نہ دی
آ کے دربارِ نبوتؐ میں ہوا عرض طلب
مدعا پیش کیا اپنا کہ یا شاہِ عرب
سن کے میں دین کے افسانے یہاں آیا ہوں
چند حفاظ کو لے جانے، یہاں آیا ہوں
میں بھی ہوں ملتِ اسلام پہ مرنے والا
وقت آئے گا تو انکار نہ کرنے والا
ہاں ذرا اپنے قبیلے سے ڈرا رہتا ہوں
منہ سے کہتا نہیں، اندر سے فدا رہتا ہوں
دین اگر میرے قبیلے میں بھی آ جائے تو
اپنی مجلس میں بھی قرآن سنا جائے تو

ہم بھی دنیا کو دکھا دیں کہ عقیدت کیا ہے
کفر کیا چیز ہے، ایماں کی حقیقت کیا ہے

دل میں گو زخمِ شہیدانِ ستم تازہ ہوا
پھر بھی اس دوسرے دھوکے کا نہ اندازہ ہوا

دامِ تزویر سمیٹے ہوئے شاطر نکلا
سترِ حفاظ کی ہمراہی میں عامر نکلا

تھی سیاست سے بری ذاتِ گرامی ان کی
قتل ہونے کو چلی سادہ خرامی ان کی

شمعِ قرآن جلی راہ گزر راہ گزر
یہ پتنگوں کی طرح ٹوٹ پڑے اڑ اڑ کر

اپنے چہرے پہ یہ والنور ملے ہوں جیسے
آبِ زم زم سے وضو کر کے چلے ہوں جیسے

حفظِ قرآن کو معمول بنا رکھا تھا
اپنی آواز کو بھی پھول بنا رکھا تھا

جب مساجد میں یہ قرآن پڑھا کرتے تھے
آسمانوں کے فرشتے بھی سنا کرتے تھے

ان کے لہجے میں صبا ان کی زباں میں شبنم
ان کی قرأت میں کرن، ان کے گلے میں ریشم

نہر کے پاس جو پہنچے تو وہ یلغار ہوئی
سارے حفاظ کے جسموں سے چھری پار ہوئی

سارے حفاظ میں بس ایک عمرؓ زندہ رہے
زخم لڑتے ہوئے کھائے تھے مگر زندہ رہے
معرکہ سخت تھا یہ بیر معونہ کے قریب
سو گئے ایک ہی حملے میں غریبوں کے نصیب
روز آواز ابھرتی ہے لبِ جو، ان کی
اب بھی آتی ہے وہاں خاک سے خوشبو ان کی

☆☆☆
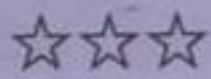
ابو سفیان بن سعد کا انجام

ابو سفیان کے ساتھ اور بھی سفیان تھا ایک
پیکرِ ظلم و جفا دشمنِ ایمان تھا ایک
ابو سفیاں سے ملا دستِ گدائی لے کر
بدر کے بعد جو پہنچا تھا بدھائی لے کر
کارنامہ ہے سر بیر معونہ اس کا
ڈھونڈنے جاؤ تو مشکل ہے نمونہ اس کا
اس نے سجوائی شہادت گہِ میدانِ رجیع
ہو گئے قتل جہاں کتنے ہی حفّاظِ شجیع
یہ بھی بدنامی کے میداں میں سرِ عام رہا
دوسروں ہی کی طرح دشمنِ اسلام رہا
بھول کر خون شہیداں کو نہ بھولا جائے
قرض اب بیرِ معونہ کا وصولا جائے
زخم حفّاظ کے مرنے کا تھا دل میں گہرا
انتقام اس سے لیا جائے، ضروری ٹھہرا

آئینہ لے کے فرشتہ کوئی آیا ہوگا
ابوسفیان کا انجام دکھایا ہوگا
حرفِ ارشاد نہ تھا حرفِ دعا تھا جیسے
آسمانوں سے کوئی بول رہا تھا جیسے
عشق بیتاب ہوا روح میں جھنکار اٹھی
حق کی آواز پہ عبداللہؓ کی تلوار اٹھی
ایک تلوار ہی کافی ہے سپاہی کے لئے
حرفِ آخر ہے یہ کافر کی تباہی کے لئے
شمعِ ایماں کا اجالا تھا سفر میں تنہا
کچھ نہ تھا، منزلِ تاباں تھی نظر میں تنہا
چلتے چلتے انہیں عرفات کا میدان ملا
راہ میں خیمہ لگائے ابوسفیان ملا
اس کی ہیبت سے بدن کانپ اٹھا جی بیٹھا
آپ پہچان کے جب بیٹھے تو وہ بھی بیٹھا
باتوں باتوں میں محمدؐ کا فسانہ نکلا
بیٹھے بیٹھے ہی تعلق کا بہانہ نکلا
دشمنِ دینِ محمدؐ کی قبا اوڑھے ہوئے
بات کرتے رہے عبداللہؓ بھی سنہ جوڑے ہوئے
میزبانی ابوسفیان کو بھاری ٹھہری
تھک گیا کفر تو اسلام کی باری ٹھہری

آسماں سر پہ سنبھالا نہ گیا ٹوٹ پڑا
ایک ہی وار میں ظالم کا لہو پھوٹ پڑا

راہ روکے نہ کوئی، دیکھ پرکھ کر نکلے
سرِ مغرور کو زنبیل میں رکھ کر نکلے

قدمِ سرورِ کونین میں لا کر ڈالا
حق کا اک فرض تھا، تنہا ہی ادا کر ڈالا

یہی انجامِ ستم تھا یہی اک روز ہوا
خیمۂ کفر سرِ راہ، زمیں دوز ہوا

کوئی لشکر تو نہیں تھا جسے شب خوں کہیے
رسمِ انصاف نبھائی گئی بس یوں کہیے

آسماں صاف ہوا ماہِ رسالت کے لئے
یہ ضروری تھا اجالوں کی بشارت کے لئے

☆☆☆

بنی نضیر کی بغاوت

عمرؓ کے ہاتھ سے دو بے قصور مارے گئے
سفر سفر میں، قبیلے سے دور مارے گئے
درِ حضورؐ میں جب پیش استغاثہ ہوا
تو اس طویل کہانی کا یہ خلاصہ ہوا
کہ جنگِ بیر معونہ میں دونوں شامل تھے
جو آج قتل ہوئے، حافظوں کے قاتل تھے
بدن کا زخم عدو کے لہو کا طالب تھا
جو اشتعال میں آئے عمرؓ، مناسب تھا
خبر نہ تھی کہ نبیؐ نے امان دی ہے انہیں
سفر میں کوئی نہ روکے، زبان دی ہے انہیں
سفیر تھے تو یہ حملے کی بات ٹھیک نہ تھی
خبر نہیں نہ سہی، واردات ٹھیک نہ تھی
ضروری ہو گیا اس قتل کا صلہ دینا
قبیلۂ بنی عامر کو خوں بہا دینا

اصول تھا کہ جہاں خرچِ عام آ جائے
معاہدہ جو سبھوں سے ہے، کام آ جائے
شریکِ عہد، بہت سے قبیلے والے تھے
بنی نضیر مگر ان میں حیلے والے تھے
حضورؐ ان سے گئے جب رقم طلب کرنے
عجب طرح کے بہانے لگے وہ سب کرنے
کہا کہ آپ ٹھہر جائیں، شام ہونے دیں
رقم ملے گی مگر انتظام ہونے دیں
نبیؐ نے سایۂ دیوار میں قیام کیا
تو ان لعینوں نے چھپ کر یہ اہتمام کیا
کہ اک چٹان بلندی سے چھوڑ دی جائے
نبیؐ کی جان بہانہ بنا کے لی جائے
نبیؐ رہیں نہ نبیؐ کا یہ کاروبار رہے
مگر ہمارا مدینے میں اعتبار رہے
حضورؐ جان گئے کیا فریب ہونا ہے
بنی نضیر کا وعدہ نہیں، کھلونا ہے
خدائے پاک کو ان کا غرور توڑنا تھا
انہیں سمیٹ کے غارِ بلا میں چھوڑنا تھا
نبیؐ وہاں سے جو اٹھے تو آنکھ بھر آئی
سوائے جنگ نہ صورت کوئی نظر آئی

جلال ایسے میں پیدا نہ ہوتو پھر کیا ہو
بنی نضیر پہ حملہ نہ ہوتو پھر کیا ہو
محاصرے میں یہودی نژاد ٹوٹ گئے
مراد مل نہ سکی، نامراد ٹوٹ گئے
گرے زمیں پہ تو پھر اٹھ گئے زمانے سے
بچاتا کون سا حربہ، شکست کھانے سے
مگر حضور کی دریا دلی چھلک اٹھی
جبیں پہ شانِ نبوت چمک چمک اٹھی
شکست خوردہ قبیلے کو یہ رعایت دی
اٹارا ساتھ میں لے جائیں یہ سہولت دی
اٹھا چلے جو کمائی تھی سالوں سالوں کی
قطار لگ گئی راہوں میں جانے والوں کی
خدا کی مار پڑی ایسی اس قبیلے پر
بس ایک قریہ خالی بچا تھا ٹیلے پر
ہنر دکھا گئے، جب یہ شکست کھا کے چلے
گھروں کی خاک اڑا دی کھنڈر بنا کے چلے
ہوس پرست جو تھے ہاتھوں ہاتھ لے جاتے
جو بس میں ہوتا تو مٹی بھی ساتھ لے جاتے
بہ جز رسولؐ یہ شیوہ کسی کے بس میں نہ تھا
کہ سارے قید تھے لیکن کوئی قفس میں نہ تھا

بدرِ صغریٰ

قصۂ جنگِ احد ختم ہوئے سال ہوا
ابو سفیان کو پھر زعم پر وبال ہوا
لے کے آیا تھا وہ خود جنگِ احد سے یہ وبال
جنگ کی سال گرہ ہوتی رہے گی ہر سال
دل کہے یا نہ کہے، معرکہ آرائی کرے
جو نہ بھر پائیں گے، ان زخموں کی بھرپائی کرے
حوصلہ ٹوٹ چکا تھا تو پشیمان سا تھا
جنگ کرنے کے لئے کیا کرے حیران سا تھا
ہوش اک بار اڑا تھا تو دوبارہ اڑتا
آسماں صاف نہ تھا، کیسے بچارا اڑتا
یہ نہیں تھا کہ خبر ہو نہ ہوا کی اس کو
شرم رکھنی تھی مگر اپنی انا کی اس کو
اس نے افواہ اڑادی یہ مسلمانوں میں
فوج مکے سے چلی، آگئی میدانوں میں

ان کی تعداد ہے لاکھوں سے زیادہ شاید
کر رہے ہیں یہ مدینہ کا ارادہ شاید
شرط ہے، فتح اگر پاؤں نہ پڑنے آئے
کس کی ہمت ہے جو اس فوج سے لڑنے آئے
جاں نثارانِ محمدؐ پہ اثر کیا ہوتا
کم تھے پھر بھی ابو سفیان کا ڈر کیا ہوتا
چل کے خود آئے تھے کفار چڑھائی کے لئے
اٹھ پڑے سرورِ عالمؐ بھی لڑائی کے لئے
عرصۂ بدر میں پہنچے تو وہاں کیا دیکھا
دور تک صرف سلگتا ہوا صحرا دیکھا
جنگ کرنے کی سکت ہی نہ تھی آتے کیسے
وعدۂ جنگ کو کفار نبھاتے کیسے
تیغ تو تیغ ہے تنکا بھی اٹھایا نہ گیا
سب ہوا تھا، کوئی میدان میں آیا نہ گیا
کفر نے جال جو پھیلائے تھے بیکار ہوئے
آپؐ بے جنگ لڑے، فتح کے حقدار ہوئے
شخصیت سارے زمانے میں یہی ایسی تھی
سر جھکایا نہ کہیں، کج کلہی ایسی تھی

☆☆☆

عائشہ صدیقہؓ

لے کے ہاتھوں میں قلم سوچ رہا ہوں کب سے
اپنے احساس کے پر نوچ رہا ہوں کب سے
کیا زمیں ہے کہ قدم کانپ رہا ہے میرا
عالم الغیب! قلم کانپ رہا ہے میرا
خشک ہونٹوں کو دعاؤں سے تروتازہ کروں
پھر اڑوں پہلے پر و بال کا اندازہ کروں
واقعہ سخت ہے اندازِ بیاں چاہتا ہوں
جو نہ ہو بارِ سماعت وہ زباں چاہتا ہوں
ذکر ہے زیرِ قلم عائشہ صدیقہؓ کا
شمعِ فانوسِ حرم، عائشہ صدیقہؓ کا
عائشہؓ بنت ابوبکرؓ نسب تھا جن کا
سیدہؓ، عائشہؓ صدیقہؓ لقب تھا جن کا
عائشہؓ آئینہ تھی صورت و سیرت جن کی
عائشہؓ آئی ہے قرآن میں حرمت جن کی

عائشہؓ، سنتِ سرکارِ دوعالمؐ کی امین
عائشہؓ، دائرۂ قدس میں اک شمعِ مبین
عائشہؓ، خلوت و جلوت میں پیمبرؐ کی شریک
عائشہؓ، رنج و خوشی سب میں برابر کی شریک
عائشہؓ، سروِ رواں، نکہتِ گل، موجِ صبا
عائشہؓ، جانِ وفا، جانِ یقیں، جانِ حیا
عائشہؓ، سارے مسلمانوں کی ماں جیسی تھی
عائشہؓ، جسمِ نبیؐ میں دل و جاں جیسی تھی
عائشہؓ، مظہرِ صد جذبۂ ایمانی تھیں
آج اس موڑ پہ تصویرِ پریشانی تھیں
سوچتا ہوں کہ یہ بہتان طرازی کیا تھی
کس نے، یہ کھیل رچایا تھا یہ بازی کیا تھی
آسماں کانپ گیا ہوگا، زمیں کیسی ہے
آنکھ کھلتی نہیں اس کی یہ لعیں کیسی ہے
اپنی چھاتی پہ لئے پھرتی ہے ناداں کیا کیا
پالتی رہتی ہے کیڑے تہہِ داماں کیا کیا
سو گناہوں سے بھری رہتی ہے زنبیل اس کی
کتنے فرعونوں کے ہاتھوں ہوئی تذلیل اس کی
پھر بھی کاندھے پہ بلاؤں کو لئے پھرتی ہے
اپنے پتھر کے خداؤں کو لئے پھرتی ہے

ظلمتیں، پھیلی چلی جاتی ہیں جنگل کی طرح
یہ نگل کیوں نہیں جاتی انہیں دلدل کی طرح
دشت میں ہار گرا اور یہ خاموش رہی
آ گیا ہوش فرشتوں کو یہ بے ہوش رہی
قافلہ چل بھی دیا اور نہ روکا اس نے
دے دیا عائشہ صدیقہؓ کو دھوکا اس نے
اس کے چہرے کا وہی رنگ رہا کم نہ ہوا
عائشہؓ رہ گئیں تنہا تو اسے غم نہ ہوا
صبح کو قافلہ جب رختِ سفر باندھ چکا
اٹھ کے چلنے کے لئے اپنی کمر باندھ چکا
ایسے موقعے پہ اسے شور مچا دینا تھا
آپؐ محمل میں نہیں ہیں یہ بتا دینا تھا
عائشہؓ، دشت میں کیوں اس طرح تنہا ہوتیں
کیوں وہ چادر کو لپیٹے ہوئے اتنا روتیں
آ نہ جاتے وہاں صفوانؓ تو پھر کیا ہوتا
کس طرح پار، سلگتا ہوا صحرا ہوتا
وہ نہ آتے جو سرِ راہ گزر، کیا کرتیں
غیر محرم سہی صفوانؓ مگر کیا کرتیں
فاصلہ دور تھا کوسوں کا سفر کرنا تھا
حادثہ کیا ہے، یہ منزل کو خبر کرنا تھا

ایک معصوم پہ بہتان الٰہی توبہ
عائشہؓ اور یہ طوفان الٰہی توبہ
قصۂ افک اٹھا دور تلک پھیل گیا
دشت تو دشت مدینے میں بھی شک پھیل گیا
عائشہؓ کا جو سکوں اہلِ ستم نے چھینا
پھٹ گیا کیوں نہ اسی وقت زمیں کا سینا
ہائے وہ دشت جہاں ہار گلے کا کھویا
بن گیا تہمتِ بے جا کا بہانہ گویا
ماسوا ابن ابی تین مسلمان بھی تھے
کفر کے ساتھ یہ کعبے کے نگہبان بھی تھے
ڈوبنے والے تھے سب ریت پہ چلنے والے
کسی ساحل پہ نہ پہنچے یہ اچھلنے والے
دل کے اندھے تھے جو یہ ہو گئے شامل ان میں
ایسی افواہ اڑی پھیل گئی اک دن میں
آ گیا کالی زبانوں پہ جو دل کا کینہ
پھٹ گیا کیوں نہ اسی وقت زمیں کا سینہ
شامِ غم آئی ستارے بھی سیہ پوش ہوئے
ماں نے منہ پھیر لیا، باپ بھی خاموش ہوئے
چھلچھلانے لگے جب آنکھ سے آنسو ان کے
کون تھا رکھ لے جو دامن میں یہ موتی چن کے

چہرہ مرجھا گیا، بادل وہ گھنیرا چھایا
بھوک پیاس اڑ گئی آنکھوں میں اندھیرا چھایا
دیکھنا کیا کہ تعلق کے بھی آثار نہ تھے
شاہ دیںؐ بات بھی کرنے کے روادار نہ تھے
چھا گیا چشمِ مروت میں دھواں جیسا کچھ
ہو گیا لوگوں کا اندازِ بیاں ایسا کچھ
بے گناہی بھی گنہگار نظر آنے لگی
کچھ سیاہی، پسِ دیوار نظر آنے لگی
ایک جھٹکے میں جو دیوارِ محبت ٹوٹی
دل پریشان ہوا، سر پہ قیامت ٹوٹی
ہاتھ سے چھوٹ کے گرنے لگا جب آئینہ
پھٹ گیا کیوں نہ اسی وقت زمیں کا سینہ
رائیگاں ہوتے نہیں اہلِ وفا کے آنسو
آسمانوں پہ پہنچتے ہیں دعا کے آنسو
آخرش سورۂ والنور نے نازل ہو کر
رکھ دیئے دامنِ معصوم کے دھبّے دھو کر
دشمنی اتنے لبادوں میں بھی عریاں نکلی
کھل گئی آنکھ تو رودادِ پریشاں نکلی
عائشہؓ زینتِ قرطاسِ حیا آج بھی ہیں
سورۂ نور میں تفسیرِ ضیا آج بھی ہیں

غزوۂ خندق

بنی نضیر مدینہ بدر ہوئے آخر
مکیں گئے تو مکاں بھی کھنڈر ہوئے آخر
شکستِ عہد کی ایسی سزا ملی ان کو
کہیں نہ چین سے رہنے کی جا ملی ان کو
وطن سے دور بھٹکتے تھے بدحواس کہیں
یہ جا کے بس گئے خیبر کے آس پاس کہیں
گھروں سے خیمہ بدوشانہ یوں نہیں نکلے
رسولِ حقؐ کو ستایا تھا جب کہیں نکلے
جگہ جگہ پہ محمدؐ کا نام لینا تھا
کسی طرح بھی انہیں انتقام لینا تھا
ادھر قریش تھے حیران و نامراد بہت
شکست کھائی تو آتی تھی اس کی یاد بہت
نہ بدر میں نہ احد میں، کہیں چلی ان کی
ہنسی اڑاتی تھی دنیا گلی گلی ان کی

تھا فکر میں ابوسفیان، کیا کیا جائے
جو راستے سے نبیؐ کو ہٹا دیا جائے
عرب میں پھیل رہے تھے کچھ ایسے جال اس کے
بنی نضیر ملے اور ہم خیال اس کے
یہ کم سواد پرندے بھی کیا اڑان میں تھے
ہوا ملی تو دماغ ان کے آسمان میں تھے
یہودیانِ مدینہ بھی بے نقاب ہوئے
یہ ہم وطن بھی نبیؐ کے لئے عذاب ہوئے
وہ بدنصیب قبیلے قریب و دور جو تھے
لہو سوار تھا جن پر، نشہ میں چور، جو تھے
کچھ ایسے موڑ پہ لے کر انہیں جنوں آیا
کہ ایک فیصلۂ بے نیام یوں آیا
عرب کے جتنے قبائل ہیں ساتھ ساتھ چلیں
ہیں دس ہزار سپاہی، ملا کے ہاتھ چلیں
یہ فوج بھی کوئی طوفان تھی کہ آندھی تھی
کہ جس نے آج مدینے کی شرط باندھی تھی
نبیؐ کے شہر کی جانب اڑان تھی ان کی
یہ دشت میں تھے مدینے میں جان تھی ان کی
برس چکا ہے بہت کچھ، جنون پھر برسے
یہ چاہتے تھے ہواؤں میں خون پھر برسے

فریبِ نفس نئی جنگ کا بہانہ بنا
نبیؐ کی بات ہی کیا تھی، خدا نشانہ بنا
سمجھ میں ان کی مشیت کے راز آتے کیا
فریب و فکر سے اپنے یہ باز آتے کیا
عجیب لوگ تھے رشتے نظر میں چبھتے تھے
کہ گھر کے لوگ انہیں اپنے گھر میں چبھتے تھے
وہ کور چشم، اجالا انہیں دکھائی نہ دے
کوئی سنائے بھی تو حرفِ حق سنائی نہ دے
بھلا چکے تھے یہ کافر لہو کے رشتے بھی
نظر میں ان کی گنہ گار تھے فرشتے بھی
مدینہ جنگ سے ہار اتھکا سا بیٹھا تھا
یہ بدرِ صغریٰ سے آ کر ذرا سا بیٹھا تھا
نئی لڑائی کی آواز پھر سنائی پڑی
سنائی کیا پڑی، آنکھوں سے بھی دکھائی پڑی
کہ دس ہزار سپاہی مدینہ گھیرے ہیں
خدا سے دل تو نبیؐ سے نگاہ پھیرے ہیں
اندھیرا بن کے زمیں پر بکھرنے والے ہیں
یہ ٹڈیوں کی طرح کھیت چرنے والے ہیں
یہ اپنے زعم میں آئے ہیں حق سے ٹکرانے
یہ انقلاب کی آواز کو نہ پہچانے

ہزیمتوں پہ بھی تھی آنکھ بند بند ان کی
ہزار چشمِ نبوت تھی درد مند ان کی
پیامِ امن میں پنہاں نجات ان کی تھی
مگر ستاروں سے ناراض، رات ان کی تھی
جب اس طرح سے زمیں پر فساد جاگ اٹھے
تو کیوں نہ پھر صفِ دیں میں جہاد جاگ اٹھے
رسولِؐ پاک کو حق کا بچاؤ کرنا پڑا
جہاد فرض تھا، میدان میں اترنا پڑا
یہ جنگ لادی گئی تھی خدا پرستوں پر
بکھر رہا تھا دلوں کا غبار رستوں پر
ملول دیکھی جو تھوڑی سی خاطرِ نبوی
یہ رائے حضرتِ سلمان فارسیؓ کی ہوئی
کہ جنگ کرنے سے بہتر مدافعت ہوگی
اسی میں اہلِ مدینہ کی عافیت ہوگی
جدھر سے خوف ہے خندق ادھر ادھر کھودیں
چٹان آئے کہ مٹی پڑے، مگر کھودیں
ذرا زمیں کی کھدائی بھی دیکھ لے دنیا
لڑے بغیر، لڑائی بھی دیکھ لے دنیا
رسولؐ خود بھی تھے، اصحابؓ بھی رسولؐ کے تھے
وہ آبلوں میں سنے تھے جو ہاتھ پھول کے تھے

بندھے تھے پیٹ سے پتھر وہ بھوکے پیاسے تھے
معاملے یہ نبیؐ سے نہیں، خدا سے تھے
رسولؐ اور خدا میں دعا کے رشتے تھے
کدال ہاتھ میں تھی، پشت پر فرشتے تھے
چیخ رہا تھا بیاباں، ہوا سلگتی تھی
زمین جلتے ہوئے پتھروں کی لگتی تھی
جہاں نبیؐ کا پسینہ ٹپکنے لگتا تھا
وہیں، زمین کا سینہ دھڑکنے لگتا تھا
ہوا کی ڈور پہ صحرا کی دھوپ جھولتی تھی
کدال ہاتھ سے رکھ دیں تو سانس پھولتی تھی
بڑی چٹان معاً آ گئی کھدائی میں
دبی پڑی تھی خدا جانے کب سے کھائی میں
زمیں سے اس کو نکالیں تو چھوٹتی ہی نہ تھی
کدال مارتے رہتے وہ ٹوٹتی ہی نہ تھی
قریب سے جو نبیؐ نے چٹان کو دیکھا
اٹھا کے دستِ دعا، آسمان کو دیکھا
کدال ہاتھ میں لیتے ہی شق زمین ہوئی
چٹان ٹوٹ کے اک پل میں تین تین ہوئی
پڑی وہ ضرب کہ پتھر دہائی دینے لگا
اڑا وہ نور کہ فارس دکھائی دینے لگا

کبھی یمن، کبھی تصویرِ شام سامنے تھی
کہ اک بشارتِ فرداتمام سامنے تھی
عجیب راز تھا اس نورِ آسمانی کا
یہ پیش لفظ تھا مکتوبِ حکمرانی کا
بڑے غرور سے آیا تھا لشکرِ کفار
وہ دس ہزار، مسلمان صرف ایک ہزار
وہ بڑھ کے آئے تو خندق کو پار کر نہ سکے
لگائی جست مگر اس طرف اتر نہ سکے
نزولِ رحمتِ باری کے آسرے میں رہا
مدینہ بیس دنوں تک محاصرے میں رہا
گلہ زبان پہ، اسلام کے منافی تھا
خدا کا نام محمدؐ کے ساتھ کافی تھا
بنی قریظہ بھی برسوں کا راستہ بھولے
نبیؐ پہ وقت پڑا تو معاہدہ بھولے
ازل کے دن سے یہی سرنوشت ان کی رہی
کہ سازباز ہمیشہ، سرشت ان کی رہی
فریبِ حیّٔ بن اخطب میں آگئے سارے
مخالفت کے لئے اٹھ پڑے یہ بیچارے
یہ انتقام کا پہلو نکالتے آئے
ہوا میں اپنا اندھیرا اچھالتے آئے

کوئی سنبھل کے جو خندق کے پاس آیا بھی
تو پڑ سکا نہ مدینہ پہ اس کا سایا بھی
سپاہِ دین سے دشمن پناہ مانگتا تھا
کہیں سے بھاگ نکلنے کی راہ مانگتا تھا
ہزار شور تھا خندق کے پار ہونے کا
غرورِ کفر کو دھڑکا تھا ہار ہونے کا
نیا نیا ابھی اسلام میں ہوا تھا ورود
کھلا سبھوں پہ جو رازِ نعیمؓ بن مسعود
تو کافروں کے قبیلوں میں تفرقہ اٹھا
پلٹ کے رہ گیا منظر وہ زلزلہ اٹھا
وہ دس ہزار سہی، سر پہ آسمان نہ تھا
وہ پھوٹ پڑ گئی جس کا کوئی گمان نہ تھا
یہودیوں نے سرِ عام بے وفائی کی
سبیل ڈھونڈ لی پھر جنگ آزمائی کی
عرب میں کوئی بہادر نہ تھا عمر جیسا
محاذِ جنگ بھی اس کے لئے تھا گھر جیسا
وہ اک زقند میں خندق کے پار آ پہنچا
علیؓ کی تیغ پکاری، شکار آ پہنچا
چلے جو شیرِ خدا، ذوالفقار ہاتھ میں تھی
نظر خدا پہ دعائے رسولؐ ساتھ میں تھی

عمر کے قتل میں دو چار پل کی دیر لگی
قضا کو آنے میں تھوڑی سی ہیر پھیر لگی
علیؓ کی ضرب سے دشمن کا حوصلہ ٹوٹا
کسی طرح ابو سفیان کا نشہ ٹوٹا
نہ تیغ ہاتھ میں ٹھہری نہ تیر کام آئے
اڑی وہ گرد کہ صحرا میں جیسے شام آئے
چلی وہ تند ہوا اڑ کے رہ گئے خیمے
ہوئی وہ زور کی بارش کہ بہہ گئے خیمے
تمام رات وہ طوفان برق و باد رہا
کہ کفر اپنے ارادوں میں نامراد رہا
سحر ہوئی تو وہ میدان کارزار نہ تھا
کوئی پرندہ بھی خندق کے آر پار نہ تھا
دل و دماغ پہ بارِ شکست اٹھائے ہوئے
کہاں گیا ابو سفیان منہ چھپائے ہوئے
لگا وہ داغِ ندامت کہ دھو نہ پائے گا
کبھی نہیں یہ مدینہ کبھی نہ آئے گا
وہ کون تھا کہ یہاں عقل جس کی دنگ نہ تھی
یہ امتحانِ صحابہؓ تھا کوئی جنگ نہ تھی
لہو لہو کوئی منظر یونہی نہیں ہوتا
نبیؐ کے ہاتھ میں خنجر یونہی نہیں ہوتا

وہ لٹ گئے ہیں جو آئے تھے لوٹنے کے لئے
اٹھی تھی کفر کی تلوار ٹوٹنے کے لئے
سبق یہ سیکھ لے خندق کی رات سے دنیا
ہلاک ہوتی ہے خود اپنے ہاتھ سے دنیا

☆☆☆

جنگ بنی قریظہ

ابھی کسی کے بدن کی تھکن نہ اتری تھی
لباس پر ابھی خندق کی دھول بکھری تھی
کسی نے جنگ کے ہتھیار بھی نہ کھولے تھے
ہتھیلیوں پہ سلگتے ہوئے پھپھولے تھے
سجودِ شکر چھپے تھے ابھی جبینوں میں
دھڑک کے دل ابھی ٹھہرے نہیں تھے سینوں میں
ابھی حضورؐ نے پانی بدن پہ ڈالا تھا
برائے غسل نیا پیرہن نکالا تھا
کہ جبرئیل امیں آئے اس پیام کے ساتھ
بنی قریظہ چلو تیغِ بے نیام کے ساتھ
کسی طرح بھی پہنچ جاؤ شام سے پہلے
بتاؤ جرم انہیں قتلِ عام سے پہلے
معاہدے کی طرح توڑ تاڑ دو ان کو
یہ زہر زہر شجر ہیں اکھاڑ دو ان کو

معاشرے میں یہ ناسور بن کے بیٹھے ہیں
خدا فروش ہیں، مغرور بن کے بیٹھے ہیں
قدم بڑھائے ہوئے ناگہاں پہنچنا ہے
نمازِ عصر سے پہلے وہاں پہنچنا ہے
بدن سے اسلحہ اپنا ابھی اتارے نہیں
گھروں میں بیٹھ کے اک پل کوئی گزارے نہیں
نبیؐ کا حکم تھا پھر قیل وقال کیا ہوتی
نہیں کہے یہ کسی کی مجال کیا ہوتی
عطا ہوئی تھیں اڑانیں انہیں فرشتوں کی
نماز عصر قضا ہوگئی بہت سوں کی
بنی قریظہ میں سورج تھا ڈوبنے والا
چراغ جلنے سے پہلے پڑاؤ جا ڈالا
پہاڑیوں پہ پہنچ کر علم بلند کیے
جو راستے تھے نکلنے کے، سارے بند کیے
بنی قریظہ پہ یہ شام تھی قیامت کی
سزا ملی انہیں اللہ سے بغاوت کی
غرورِ جہل کا انجام سامنے آیا
عذاب بن کے یہ ہنگام سامنے آیا
پچیس روز وہ محصور ہو کے بیٹھے رہے
گھروں میں قید تھے مجبور ہو کے بیٹھے رہے

بنی قریظہ کی گزری تھی سازشیں کرتے
ابولبابہ بھی کتنی سفارشیں کرتے
صلاح کار بنے سعد بن معاذؓ ان کے
خدا گواہ ہوئے فیصلے بھی شاذ ان کے
خبر لعینوں کی کیا بار بار لی جائے
بس ایک بار میں گردن اتار لی جائے
پھر اس کے بعد وہ روزِ حساب آ ہی گیا
زمین چیخ اٹھی وہ عذاب آ ہی گیا
بغاوتوں کی سزا تھی رگِ گلو، کٹتی
خزاں کے دور میں ہر شاخِ آرزو کٹتی
شرارتوں کی تلافی بہت دنوں تو ہوئی
خطا خطا کی معافی بہت دنوں تو ہوئی
چھلک اٹھا ہو پیالہ تو کیا کرے کوئی
یہی تو ہوگا کہ پیاسا مرا کرے کوئی
منافقت کا نتیجہ یہی تو ہونا تھا
قضا کی چھاؤں میں اپنے کئے کو رونا تھا
یہی فریب کا انجام ہے زمانے سے
دھواں اٹھے گا کسی کا چمن جلانے سے
اگر شعورِ بشر آسماں سے کٹ جائے
یہی زمین کی فطرت رہی کہ پھٹ جائے

ستم بھی ہوتے ہیں مشق ستم بھی ہوتی ہے
گرفت اس پہ زیادہ بھی کم بھی ہوتی ہے
حدود توڑ کے رکھ دے اگر قبیلہ کوئی
تو کام آئے بہانہ کوئی نہ حیلہ کوئی
بنی قریظہ کا انجام اک مثال بنا
وہ فصل آئی کہ یہ گرد ماہ و سال بنا
جو صبح و شام کی تحریر کو نہیں پڑھتے
عمل میں جھانک کے تقدیر کو نہیں پڑھتے
تو ان کے ساتھ مشیت یہی تو کرتی ہے
کہ آسماں سے زمیں پر بلا اترتی ہے
تمام مرد سزاوار قتلِ عام ہوئے
جوان کے بعد بچے سب کے سب غلام ہوئے
بنی قریظہ ہمیشہ کو بے دیار ہوا
قبیلہ ٹوٹ کے ایسا اڑا، غبار ہوا

☆☆☆

غزوات کا پس منظر

جہاں زبان پہ نام حضورؐ آتا ہے
تو اہلِ عشق کے چہرے پہ نور آتا ہے
وہ ذات جس کو مسیحا نفس کہا جائے
جسے شفیق، جسے دادرس کہا جائے
جو کشتگانِ محبت کا درد مند رہا
تمام عمر جو انسانیت پسند رہا
سلوکِ مہر و وفا سب سے عادلانہ تھا
جو اپنی ذات میں سمٹا ہوا زمانہ تھا
جسے نگاہِ مشیت کا رازداں کہیے
جسے چراغِ در و بامِ دو جہاں کہیے
جسے زمانے میں خیر الانام کہتے ہیں
جسے فرشتۂ رحمت سلام کہتے ہیں
سوادِ کون و مکاں جس کی ذات سے روشن
یہ کائنات ہوئی جس کی بات سے روشن

متاعِ روح تھا اخلاصِ بے کراں اس کا
چھلک رہا تھا اندھیروں میں نورِ جاں اس کا
تمام مشرق و مغرب پہ تھی نظر جس کی
خودی کے ساتھ، محبت تھی ہم سفر جس کی
تمام عالمِ انسانیت نگاہ میں تھا
بلند و پست کا سایہ تلک نہ راہ میں تھا
معاشرے کو برائی سے پاک کرنا تھا
منافرت کے گریباں کو چاک کرنا تھا
جہاں کو رشتۂ توحید میں پرونا تھا
جبینِ وقت سے صدیوں کا داغ دھونا تھا
تمام زہد و ریاضت، تمام خلق و کرم
وہ اتقا، وہ توکل وہ رحمتِ پیہم
نظر میں ان کی، شجاعت بھی تھی سیاست بھی
جہاں جہاد وہیں گوشۂ عبادت بھی
جو وصف تھا وہ بلندی کی انتہا پر تھا
جو لم یزل ہے بھروسا اسی خدا پر تھا
بساطِ عجز بھی، دنیا کی حکمرانی بھی
معاملات میں، افتادِ نا گہانی بھی
قبولیت کا زمانہ تھا رد کا عالم بھی
تجلیات کی بارش، دھویں کا موسم بھی

قدم قدم پہ وہ اک دور آزمائش کا
بغاوتوں کا، کبھی سامنا تھا سازش کا
وہ آدمی کا مقدر بنانے والے تھے
وہ بوند کو بھی سمندر بنانے والے تھے
جوان کے ہاتھ میں تلوار تھی تو پھول بھی تھے
وہ تاجدارِ مدینہ بھی تھے رسولؐ بھی تھے
وہ قتل و خون پہ آنسو بہانے لگتے تھے
وہ زخم کھا کے دعائیں لٹانے لگتے تھے
قتیلِ دشنہ و خنجر جو کوئی ہوتا تھا
تو سوچ سوچ کے دل ان کا خون روتا تھا
ہلاکتوں پہ وہ آنسو نچوڑتے رہتے
وہ برگِ خشک سے خوشبو نچوڑتے رہتے
وہ اٹھ کے روتے تھے تنہائیوں میں جنگ کے بعد
وہ پھول بن کے مہکتے فشارِ سنگ کے بعد
وہ خونِ دل کو مثالِ شفق سمجھتے تھے
وہ زندگی کو ورق در ورق سمجھتے تھے
مزاجِ پاک میں شامل تھی صلح جوئی بھی
نگاہِ خلق میں تفریق تھی نہ کوئی بھی
نہ سلطنت کے لئے تھی نہ مملکت کے لئے
وہ ذاتِ پاک تھی تعمیرِ آخرت کے لئے

خدا کی شان تھی تشریف آوری ان کی
زمیں کی چیز نہیں تھی، پیمبری ان کی
جہاں لہو تھا وہاں چشمۂ مروت بھی
یہ ذاتِ پاکِ محمدؐ بھی تھی محبت بھی
کہاں ہیں وقت کے آثار دیکھنے والے
کرم بھی دیکھ لیں، تلوار دیکھنے والے
فسادِ خون کو نشتر بہت ضروری ہے
ستم کی کاٹ کو خنجر بہت ضروری ہے

☆☆☆

حُدیبیہ کا سفر

بہت طویل سفر ہے برہنہ پا ہوں میں
حدیبیہ کے مراحل سے آشنا ہوں میں
قلم اٹھائے ہوئے، شمعِ جاں جلائے ہوئے
میں کتنی دیر سے بیٹھا ہوں سر جھکائے ہوئے
قدم قدم پہ نشیب و فراز ایسے ہیں
کھُلیں تو اور بھی الجھیں، یہ راز ایسے ہیں
نصیب اور بھی ہو آنسوؤں کا نور مجھے
یہ روشنی ہی تو لائی ہے اتنی دور مجھے
شعاعِ درد! مری شامِ جاں پہ اور برس
برس برس، مرے طرزِ بیاں پہ اور برس
ورق ورق پہ مہ و کہکشاں طلوع کروں
مہاجرین کے حالات سے شروع کروں
فروغِ دین کے آغاز کا زمانہ تھا
عذابِ ترکِ وطن چھ برس پرانا تھا

سوادِ خانۂ کعبہ نظر میں رہتا تھا
خیال ان کا ہمیشہ سفر میں رہتا تھا
حرم کی یادِ پریشاں، ستانے آجاتی
بہت سے سوئے ہوئے غم جگانے آجاتی
وطن کو چھوڑ چکے تھے وطن کا نام مگر؟
نظر میں رہتے تھے مکّے کے صبح وشام مگر
تڑپ رہے تھے، سبیلِ سفر کوئی نکلے
حصار ٹوٹے کبھی، رہ گزر کوئی نکلے
طوافِ کعبہ کو دل بے قرار رہتا تھا
سفر بہانہ بنے، انتظار رہتا تھا
مہاجرین، خدا پر بھروسہ کرتے تھے
وطن کی یاد میں دل کو مسوسا کرتے تھے
سکوں ذرا سا ملا تھا کہ دل مچلنے لگے
طوافِ کعبہ کے غم آنسوؤں میں ڈھلنے لگے
رسولِ پاکؐ نے یہ خواب ایک شب دیکھا
فصیلِ کعبہ میں خود کو حضورِ رب دیکھا
نظر کے سامنے منظر طواف جیسا تھا
سب آسمان، حرم کے غلاف جیسا تھا
صحابہؓ ساتھ ہیں، بیت الحرام سامنے ہے
جو خواب دل میں بسا تھا، تمام سامنے ہے

یہ خواب کھول گیا راستہ سفر کے لئے
بنا بشارتِ عظمیٰ مدینہ بھر کے لئے
طوافِ کعبہ کو احرام باندھ کر نکلے
تھکن جہاد کی ہر چند تھی مگر نکلے
جلو میں سینکڑوں انصار تھے مہاجر تھے
دیارِ قدس کی آواز سن کے حاضر تھے
چلا مدینے سے مکہ کو قافلہ سارا
نہ اسلحے تھے سفر میں نہ چوب و نقارا
مزاحمت کا بہت دور تک سوال نہ تھا
سلامتی کا سفر تھا، کوئی جدال نہ تھا
مثالِ بادِ صبا دور تک گئی قصویٰ
حدیبیہ میں پہنچ کر ٹھٹک گئی قصویٰ
جو سر اٹھا کے چلے آسمان کی مانند
زمیں پہ بیٹھ گئی تھی چٹان کی مانند
نہ اٹھی، دیر تلک زور آزمائی ہوئی
زمیں پکڑ کے وہ بیٹھی تھی بلبلائی ہوئی
رسولِ پاکؐ کو پہلے جلال سا آیا
پھر اس کے ساتھ معاً یہ خیال سا آیا
یہ قریہ قریہ چلی اتنی دور تک کیسے
بگڑ کے بیٹھ گئی ناقہ یک بہ یک کیسے

تکان کی نہ خرابی ہوا کی ہے کوئی
ضرور اس میں مشیت خدا کی ہے کوئی
ذرا سی دیر میں اک واردات یاد آئی
وہ ابرہہ کے زمانے کی بات یاد آئی
گزر چکا ہے یہ اصحابِ فیل کے آگے
چلے تھے کعبہ جو ڈھانے برہنہ پا بھاگے
جو ہو چکا ہے اسی کی مثال رکھنی ہے
ہمیں بھی حرمتِ کعبہ سنبھال رکھنی ہے
رسول پاکؐ نے قصویٰ سے پھر خطاب کیا
تو بے زباں کی خموشی نے لاجواب کیا
اگر خدا کی مشیت قیام کرنا ہے
تو پھر یہیں پہ سفر کو تمام کرنا ہے
نبیؐ کے دل میں یہ آیا تو اٹھ پڑی قصویٰ
خدا کا راز اشاروں میں کہہ گئی قصویٰ
خیالِ حرمتِ کعبہ بہت ضروری ہے
یہیں پہ ڈال دیں خیمہ بہت ضروری ہے
ہزار ہا حرم پاک کے مسافر تھے
مگر یہ راز سمجھنے سے لوگ قاصر تھے
نبیؐ نے حکم دیا تھا قبول کرنا پڑا
تمام ہم سفروں کو یہیں ٹھہرنا پڑا

سواریاں یہیں روکیں، اتر گئے سارے
حدیبیہ میں مسافر ٹھہر گئے سارے
تمام دشت میں خیمے دکھائی دینے لگے
عجیب قسم کے چرچے سنائی دینے لگے
خبر یہ آئی کہ مسدود ہے سفر آگے
کھڑے ہیں تیغ و سناں لے کے اہلِ شر آگے
وہ چاہتے ہیں کہ کعبہ کی آرزو نہ کریں
پہنچ کے چشمۂ زم زم پہ ہم وضو نہ کریں
قریش معرکۂ جنگ کے وبال میں ہیں
وہاں تو کچھ نہ ہوا اب یہاں جلال میں ہیں
انہیں یہ ضد ہے کہ مکّے سے لوٹ جائیں ہم
طواف کیا ہے؟ قریبِ حرم نہ آئیں ہم
زمین لرزے میں ہے آسمان برہم ہے
تمام مکہ میں سرگوشیوں کا عالم ہے
خلا میں جیسے ہواؤں کی نبض چھوٹتی ہو
تھا ایسا شور کہ جیسے چٹان ٹوٹتی ہو
عجب سماں تھا غریبانِ شہر کے آگے
چلا نہ بس کوئی موسم کے قہر کے آگے
کنواں بھی سوکھ گیا دو پہر گزرنے تک
کہاں سے لائیں گے پانی، یہاں ٹھہرنے تک

درِ رسولؐ پہ پانی کا تذکرہ نکلا
وبالِ تشنہ دہانی کا تذکرہ نکلا
لعاب بن کے دعائے رسولؐ کام آئی
چھلک اٹھا وہ کنواں جیسے جیسے شام آئی
خدا کے فضل سے سیراب ہوگیا صحرا
ذرا سی دیر میں شاداب ہوگیا صحرا

☆☆☆

سفیرِ مکہ

جدال و جنگ کی سو دھمکیاں لئے آیا
سفیرِ مکہ بڑی داستاں لئے آیا
لحاظ چھوڑ کے عروہ نے گفتگو چھیڑی
نبی کے ساتھ، صحابہؓ کے روبرو چھیڑی
تم اپنی جان کو خطرے میں ڈالتے کیوں ہو
ہوا میں اپنے لہو کو اچھالتے کیوں ہو
طوافِ کعبہ کا ارمان لے کے آئے ہو
تم اپنی موت کا سامان لے کے آئے ہو
وطن کو چھوڑ دیا ہے تو اب یہاں کیا ہے
زمین کیا ہے، فضا کیا ہے، آسماں کیا ہے
مدینے جاؤ وہیں اپنا سر کھپاتے رہو
خیال و خواب میں اڑتے رہو اڑاتے رہو
قدم حرم میں رکھو تم، یہ ہو نہیں سکتا
قبیلہ، نامِ بزرگاں ڈبو نہیں سکتا

ذرا سی فتح پہ اتنا غرور آیا ہے
یہ قافلہ، جو یہاں اتنی دور آیا ہے
ہوا بدلنے دو رستے میں چھوڑ جائے گا
یہ خود بھی ٹوٹے گا تم کو بھی توڑ جائے گا
جنوں چڑھا تو یہ تلوار رکنے والی نہیں
کبھی جھکی ہو مگر اب یہ جھکنے والی نہیں
اگر بڑھے تو قبا تار تار کر دیں گے
تمام دشت کو ہم لالہ زار کر دیں گے
لڑیں گے ہم سے تو اپنی ہی خاک اڑائیں گے
زمیں پہ خون کے دھبے بھی رہ نہ جائیں گے
حدیبیہ سے پلٹ جاؤ خیر ہے اس میں
رہا طواف تو برسوں کی دیر ہے اس میں

☆☆☆

بیعت رضواں

نبیؐ کے صبر کا پیمانہ تھا، سمندر سا
لہو بدن میں اڑا، آنکھ سے نہیں برسا
پیمبرانہ متانت کو غم ہوا لیکن
خیالِ حرمتِ کعبہ نہ کم ہوا لیکن
طواف کرنے کو آئے تھے جنگ کرنے نہیں
زمین، مردہ ضمیروں پہ تنگ کرنے نہیں
سفیر، حضرت عثماںؓ بنا کے بھیجے گئے
امین وعدہ و پیماں بنا کے بھیجے گئے
وہاں پہونچ کے بھی ہر گفتگو فضول گئی
کہ قوم اپنے قبیلے کی رسم بھول گئی
حرم قریش کا تنہا نہیں، سبھی کا ہے
خدا کا اولیں گھر ہے یہ ہر کسی کا ہے
لحاظِ حضرتِ عثماںؓ کیا تو اتنا کیا
کہ مشرکین نے برپا نہ کوئی فتنہ کیا

کہا سبھوں نے کہ تم خاندان والے ہو

اسی زمین اسی آسمان والے ہو

طواف کرنا ہے کرلو کسی کا نام نہ لو

ہمارے سامنے اپنے نبیؐ کا نام نہ لو

مگر یہ منصبِ عثمانؓ کے منافی تھا

گماں بھی آئے تو ناقابل معافی تھا

طویل بحث میں کچھ اتنا وقت بیت گیا

کہ اہلِ دین پہ ہنگام سخت بیت گیا

نہ جانے حضرتِ عثماںؓ کس حالِ زار میں تھے

حدیبیہ میں سبھی لوگ انتظار میں تھے

شہید ہونے کی افواہ ہر طرف پھیلی

تو خیمہ خیمہ دھواں، آگ صف بہ صف پھیلی

ملال رخ سے نہ ظاہر ہو، دل تو رونے لگے

مشاورت کے لئے لوگ جمع ہونے لگے

ذرا سی چھاؤں تھی کیکر کے پیڑ کے نیچے

رسولؐ بیٹھے تھے آگے ملائکہ پیچھے

فضا اداس تھی لیکن سکوں بھی چھایا تھا

کہ آسمان سے بیعت کا حکم آیا تھا

عجیب کشف رسولِ خداؐ کے ہاتھ میں تھا

بنام بیعتِ رضواں، زمانہ ساتھ میں تھا

کمانِ جنگ اصولاً سنبھالنی ہوگی
اب انتقام کی صورت نکالنی ہوگی
سکوں سے بیٹھ کے اک رات بھی گنوانی نہیں
کہ خونِ حضرتِ عثماںؓ ہے کوئی پانی نہیں
جہاد، وقت کا تیور سمجھنے والا تھا
غرورِ جبر و ستم سے الجھنے والا تھا
کہ لوٹ آئے مثالِ بہارِ جاں، عثمانؓ
وہ روحِ عشق، وہ سرخیلِ عاشقاں، عثمانؓ

☆☆☆

صلح حُدیبیہ

طواف کرنے کو نکلے تھے کارواں لے کر
چلے تھے سوئے حرم نذرِ جسم وجاں لے کر
لڑائی کرتے تو کچھ فاصلہ زیادہ نہ تھا
مگر رسولِ محبت کا یہ ارادہ نہ تھا
خیالِ جنگ کو دل میں نہ راہ دینا تھا
خدا سے عہد کیا تھا، پناہ دینا تھا
جنوں غریب نہ تھا عشق بے سہارا نہ تھا
حرم میں خون بہے آج یہ گوارا نہ تھا
قریش والوں کی نظریں تھیں کس قیامت کی
سمجھ گئے تھے وہ مجبوریاں نبوت کی
سہیل ابن عمر آیا گفتگو کے لئے
عجیب موڑ تھا ملت کی آبرو کے لئے
مکالمات کی زنبیل اس کے ہاتھ میں تھی
لبوں پہ زہر، انا اس کی بات بات میں تھی

کسی طرف سے نہ تیغ اب بلند کی جائے
کہ دس برس کے لئے جنگ بند کی جائے
طوافِ حج جسے کرنا ہے انتظار کرے
تمام سال، شب و روز کا شمار کرے
جو کوئی مکے سے جائے کبھی مدینے میں
وہ شخص بسنے نہ پائے کبھی مدینے میں
اگر مدینے سے مکے میں کوئی آ جائے
تو عمر بھر کے لئے قید کر لیا جائے
وہ سوچ سوچ کے شرطیں بکھانتے ہی گئے
حضورؐ جنبشِ ابرو سے مانتے ہی گئے
معاہدے کا یہ انداز باغیانہ تھا
یہ اہلِ حق کے عزائم پہ تازیانہ تھا
یہ عہد نامہ جو زنجیر ہونے والا تھا
علیؓ کے ہاتھ سے تحریر ہونے والا تھا
ورق پہ اسم محمدؐ لکھا گیا جوں ہی
رسولؐ لکھنے کی خاطر قلم اٹھا جوں ہی
تو ایک شور سا اٹھا ''ہمیں قبول نہیں''
رسولؐ ہوں گے، ہمارے لئے رسول نہیں
یہ لفظ ہی تو ہماری نظر میں کانٹا ہے
اسی رسولؐ نے سب کے دلوں کو بانٹا ہے

خلافِ شانِ رسالت تھی گفتگو ان کی
مگر حضورؐ نے رد کی نہ آرزو ان کی
جو مشرکین نے چاہا وہ حرف حرف کیا
رسولؐ کاٹ دیا، ایک پل نہ صرف کیا
نبیؐ کا راز تھا، اصحاب بولتے کیسے
برا لگا تھا مگر ہونٹ کھولتے کیسے
بڑا ملال تھا لیکن نبیؐ سے کہہ نہ سکے
دلوں کو اپنے مسوسے بغیر رہ نہ سکے
لہو بدن میں تھا، خنجر بھی پاس تھے سب کے
مگر یہ سوچ کے چہرے اداس تھے سب کے
بلندیوں پہ ستارہ ہے اتنا جھکنا کیوں
کھلی ہے راہِ شہادت تو پھر یہ رکنا کیوں
حدیبیہ سے پلٹنے کا مدعا کیا ہے
طواف اگلے برس ہو یہ ماجرا کیا ہے
بغیر حج کے مدینے کی واپسی کیسی
زمامِ وقت ہے چٹکی میں، بے بسی کیسی
مگر کچھ اور نگاہِ پیمبرانہ تھی
یہ صلح اصل میں فتح مدبرانہ تھی
فروغِ دین کے جلوے یہاں سے پھوٹے پھر
تمام چاند اسی آسماں سے پھوٹے پھر

حدیبیہ کو ظفر کا دریچہ ہونا تھا
یہیں سے کفر کا سر اور نیچا ہونا تھا
دیارِ قیصر و کسریٰ سے ملنے والی تھیں
حدیں مدینے کی دنیا سے ملنے والی تھیں
اسی مقام سے بابِ مراد کھلتا ہے
یہ راز غزوۂ خیبر کے بعد کھلتا ہے

☆☆☆

زوالِ قیصر و کسریٰ

فروغِ دینِ محمدؐ بھی لمحہ لمحہ ہوا
سمندروں میں یہ تبدیل قطرہ قطرہ ہوا
یہ نور غارِ حرا کی شبوں میں تنہا تھا
اتر کے مکے میں آیا تو شمعِ فردا تھا
سوادِ کفر میں ابھرا تو آفتاب بنا
یہ دورِ جہل پہ ٹوٹا تو انقلاب بنا
مدینہ آ کے شعورِ دل و نگاہ ہوا
کھلی ہواؤں میں اعلانِ لا الٰہ ہوا
اذان بن کے سماعت کو کر گیا بیدار
جہاد بن کے شجاعت کو دے گیا تلوار
زمیں کو مردہ خداؤں سے کر دیا آزاد
بنا گیا یہ چٹانوں کو تیشۂ فرہاد
ہزار کاہکشائیں سما گئیں اس میں
وہ روشنی تھی کہ صدیاں نہا گئیں اس میں

ہوا چلی تو اجالے بھی ساتھ چلنے لگے
دھواں اٹھا تو چراغ اور تیز جلنے لگے

حدیبیہ میں سیہ دو دن تہِ غبار رہا
پھر اڑ کے فارس و روما پہ جلوہ بار رہا

وہ حوصلے جو ذرا دل گرفتہ لگتے تھے
وہ ولولے جو ذرا پا شکستہ لگتے تھے

اڑے تو کتنے نئے آسمان سامنے تھے
ہزاروں عہد، ہزاروں جہان سامنے تھے

مدینہ مملکتِ دل تھا، پائے تخت نہ تھا
نبیؐ، نبی تھا کوئی حکمرانِ وقت نہ تھا

زمانے بھر سے نرالی تھی سلطنت اس کی
نہ کوئی قصر تھا اس کا نہ کوئی چھت اس کی

پیمبری میں سیاست کرے گا کون ایسی
دل و نظر پہ حکومت کرے گا کون ایسی

محبتوں پہ بنائے امور اس نے رکھی
قلم اٹھایا تو تلوار دور اس نے رکھی

اٹھا بساطِ زمیں پر وہ جب قلم تھامے
کہاں کہاں نہ لکھائے گئے کرم نامے

لکھے خطوط جو تبلیغِ دیں کی راہ میں بھی
گئے وہ قیصر و کسریٰ کی بارگاہ میں بھی

نبیؐ کا نام تھا پہلے، قصور اتنا تھا
انا کے نشے میں پرویز چور اتنا تھا
کہ لے کے پھاڑ دیا خط بڑے غرور کے ساتھ
عجب سلوک کیا نامۂ حضورؐ کے ساتھ
پھر اس کے بعد یہ انجام سامنے آیا
گرا جو قصر تو کوئی نہ تھامنے آیا
خود اس کے بیٹے نے اس کو ہلاک کر ڈالا
بس ایک رات میں قصہ ہی پاک کر ڈالا
جو تمکنت تھی وہ دورِ عمرؓ میں خاک ہوئی
نبیؐ کے خط کی طرح مملکت بھی چاک ہوئی
جو آسماں پہ کھڑے تھے زمین پر بھی نہ تھے
جہاں پہ قصر تھے ان کے وہاں کھنڈر بھی نہ تھے

☆☆☆

غزوۂ خیبر

خاک اڑاتے ہیں بہت، وادیٔ خیبر کے یہود
آسماں! خطرے میں ہے تیرے ستاروں کا وجود
ان کے باغات پہ اڑتے ہیں لہو کے بادل
اے سمندر! تجھے پی جائیں نہ بھو کے بادل
ان کی بستی ہے کہ عفریت کی آبادی ہے
میلوں لمبی کوئی آسیب زدہ وادی ہے
رہنے والے جو درندے نہیں، انساں بھی نہیں
نورِ حق ان کو میسر ہو یہ امکاں بھی نہیں
قول اور فعل میں نسبت ہی نہیں ہے شاید
روشنی ان کی ضرورت ہی نہیں ہے شاید
ان میں اخلاص و مروت کی چھوائی بھی نہیں
دل میں اک بوند محبت کی سمائی بھی نہیں
فکرِ انجام نہ عقبیٰ کی تمنا ہے انہیں
صرف سرمایۂ دنیا کا بھروسا ہے انہیں

شہرہ رکھتی ہے بہت وعدہ خلافی ان کی
سالہا سال کی تاریخ ہے کافی ان کی
یہ بزرگوں کی کتابوں کا لکھا بھول گئے
وہ عقیدت، وہ بشارت، وہ دعا بھول گئے
انتظار ان کو رہا ایک نبی کا صدیوں
خواب پیغمبرِ موعود کا دیکھا صدیوں
جب زمانے میں ہوا احمدؐ مرسل کا ورود
دل میں وہ آگ لگی، جلنے لگا ان کا وجود
منتظر ہو کے بھی اقرارِ نبوت نہ کیا
کچھ یہودی علماء نے بھی یہی طعنہ دیا
یہ نبیؐ ہیں تو قریشی نہیں ہونا تھا انہیں
اپنے قریے تھے، انہی میں کہیں ہونا تھا انہیں
رکھ دیا سارے صحیفوں کو بھی جھوٹا کر کے
وقت نے چھوڑ دیا راہ میں اندھا کر کے
خبثِ باطن کا تماشا تھا یہ حیلہ سارا
بن گیا دشمنِ اسلام قبیلہ سارا
عہد و پیماں جو نبھایا تو سنبھالے بھی گئے
سرکشی کی تو مدینے سے نکالے بھی گئے
دُکھ دئے سرورِ کونینؐ کو جانے کتنے
ان کی غداری کے بکھرے ہیں فسانے کتنے

جو طریق ان کا تھا پہلے وہ طریق آج بھی ہے
اس کی تصدیق کو میدانِ سویق آج بھی ہے
قینقاع اس کی شہادت کے لئے کافی ہے
ایک افسانہ، ملامت کے لئے کافی ہے
کعب بن اشرف و بورافع کی وہ ہجوِ خفی
دل میں قرآن کی عزت نہ وقارِ نبوی
اتنے کتبے ہیں کہ ویرانے بھی کم پڑ جائیں
رونے بیٹھیں تو عزاخانے بھی کم پڑ جائیں
نخلِ اسلام کو تیشے کی طرح کاٹا ہے
اندر اندر سے ہی دیمک کی طرح چاٹا ہے
شپرّہ چشم تھے سورج سے سروکار نہ تھا
دھوپ پھیلی تھی مگر کوئی طلب گار نہ تھا
عہد کرتے تھے مگر توڑ دیا کرتے تھے
وقت پڑ جائے تو پھر رو بھی لیا کرتے تھے
دعوتِ حق سے نظر پھیر لی بدبختوں نے
آئینے پھینک دئے عقل کے ان اندھوں نے
کہیں دیوار اٹھائی کبھی پتھر مارے
رہِ اسلام میں فتنہ تھے یہودی سارے
اک قیامت تھے مدینہ کے لئے اہلِ نضیر
کوئی لمحہ نہ گزرتا تھا شرارت کے بغیر

جب مدینے سے نکالے گئے بدعہدی پر
لگ گئے جا کے یہ خیبر کی چمن بندی پر
جم گئے دشت میں جو اڑتے ہوئے تنکے تھے
دور و نزدیک وہاں سات قلعے ان کے تھے
کھیت شاداب تھے آباد تھی بستی ان کی
دن مہکتے تو کبھی رات برستی ان کی
ایسی گل پوش تھی وادی کہ بہشت ایسی تھی
شکر کرتے نہ بنی، ان کی سرشت ایسی تھی
ان سے اسلام کا فیضان نہ دیکھا جاتا
خشک دریا سے یہ طوفان نہ دیکھا جاتا
جلتے رہتے تھے مدینے کے حدی خوانوں سے
جیسے صدیوں کی عداوت ہو مسلمانوں سے
بدّوؤں سے جو اعانت کا سہارا پایا
دل کے شعلوں نے بھڑکنے کا اشارا پایا
سب کے سب ریت کے تودوں کی طرح اڑنے لگے
رخ مدینے کی بہاروں کی طرف مڑنے لگے
اس سے پہلے کہ یہ سیلاب ادھر آ جائے
یہ بلا ٹوٹ کے اسلام کے سر آ جائے
یہ ضروری تھا کہ تکلیفِ سفر لی جائے
خیبری فوج کی خیبر میں خبر لی جائے

تیس دن بیعتِ رضواں کو ہوئے ہوں گے ابھی
سارے اصحابؓ تھکے ماندے رہے ہوں گے ابھی
اٹھ پڑے، سرورِ کونین مدینے سے چلے
لے کے اس جذبۂ محکم کو، مدینے سے چلے
جو سلگتی ہوئی چٹّانوں کو پانی کردے
جو اُبل جائے تو دریاؤں میں شعلے بھر دے
جو گزر جائے تو صحراؤں کا دل پھٹ جائے
جو نکل جائے تو رستے سے زمیں ہٹ جائے
جو صفِ کفر پہ الٹے تو قیامت ٹھہرے
جو سرِ دار چڑھے، وعدۂ نصرت ٹھہرے
اہلِ ایمان چلے اڑ کے ہواؤں کی طرح
آسماں راہ میں چھایا تھا دعاؤں کی طرح
رات کے وقت جو پہنچے تو سبھی سوئے تھے
اہلِ خیبر کئی دن بعد ابھی سوئے تھے
وسوسے لاکھ تھے نیند آگئی بیچاروں کو
اپنے بستر پہ رکھے رہ گئے تلواروں کو
سرورِ دینؐ کو موقع تھا کہ حملہ کردیں
اس اندھیرے میں قیامت کوئی برپا کردیں
لیکن اسلامی حمیّت کا تقاضہ یہ نہ تھا
اپنے دشمن کو سزا دینے کا رستہ یہ نہ تھا

صبح جب مہرِ منوّر نے افق سے جھانکا
اپنے کھیتوں کی طرف بیلوں کو سب نے ہانکا
باہر آتے ہی عجب حشر کا عالم دیکھا
سر پہ اڑتا ہوا اسلام کا پرچم دیکھا
چودہ سو فوج نظر آتی تھی لاکھوں جیسی
صورتِ حال تھی گلیوں میں دھماکوں جیسی
اک صدا صلح کی پہلے سرِ بازار اٹھی
سرکشی سامنے جب آئی تو تلوار اٹھی
عین بازار میں بازار لگے لاشوں کے
راستے راستے انبار لگے لاشوں کے
جو یہودی نظر آیا، وہی فی النّار ہوا
صحنِ مقتل کا تماشا سرِ بازار ہوا
بھاگنے والے قلعہ بند ہوئے تھوڑے سے
پھاٹک ایسا تھا کہ ٹوٹے نہ کبھی توڑے سے
فرصتِ زیست ملی چار دنوں کی خاطر
صلح پر آ گئے بیچارے یہودی آخر
فتح اسلام کا آوازہ تھا عالم عالم
سر سرانے لگا "ناعم" کی ہوا میں پرچم
گوشۂ کفر میں ترسیلِ کرم باقی تھی
فتحِ خیبر ابھی دو چار قدم باقی تھی

سب سے مضبوط قلعہ نام ''قموص'' اس کا تھا
اہلِ خیبر کو بھروسا بھی بہت جس کا تھا
گھیر کر بیٹھ گئے اس کو مدینے والے
اپنے اللہ کی امید پہ جینے والے
اہلِ خیبر کہیں باہر سے رسد چاہتے تھے
اپنے قزاق حلیفوں کی مدد چاہتے تھے
کون اس لشکرِ جرار کے آگے آتا
جو بھی آتا وہیں تلوار سے روکا جاتا
اسد اللہ علیؓ جنگ کے سالار جو تھے
علَمِ سبز لئے بر سرِ پیکار جو تھے
ان کو محبوبِ خدا نے یہ ہدایت کی تھی
جنگ سے پہلے ہی دعوت کی نصیحت کی تھی
ان سے کہنا کہ نبوّت کا اجالا دیکھیں
جب نہ مانیں تو حکومت تہ و بالا دیکھیں
جو یہودی تھا وہ لعنت میں سنا تھا ایسا
ہوش کھو بیٹھا تھا دیوانہ بنا تھا ایسا
کیا بری چیز تکبر کا نشہ ہوتا ہے
سامنے آن کے مرحب جو کھڑا ہوتا ہے
ایسا لگتا تھا، الٹ دے گا وہ لشکر سارا
بڑھ کے جب حیدرِ کرّارؓ نے نیزہ مارا

ایک فوارہ کھلا، خون اڑا، ختم ہوا
ایک ہی وار میں چکرا کے گرا ختم ہوا
فتحِ اسلام کا نقارہ بجا شام کے وقت
دن کا ہنگامہ تھما، کچھ نہ بچا شام کے وقت
سب سے مضبوط قلعہ قبضۂ اسلام میں تھا
سامنے آگیا جو کفر کے انجام میں تھا
تیغ کام آئی نہ کچھ لعل و گہر کام آیا
جان بخشی کے لئے صلح کا پیغام آیا
حکمِ سردار تھا، خیبر سے نکلتے جاؤ
چاندی سونے کے سوا جو بھی بچے لے جاؤ
حیٔ اخطب نے، ہوس کا وہی چکر رکھا
اپنے ساماں میں چھپا کر کوئی زیور رکھا
اتفاقی نہیں، چوری یہ شعوری ٹھہری
اس کی پاداش میں تلوار ضروری ٹھہری
اس قبیلے کا کہیں نام و نشاں بھی نہ رہا
شمع کچھ ایسی بجھی گھر میں دھواں بھی نہ رہا
خستگی ان کی نشانی رہی برسوں برسوں
ان کی قسمت میں کسانی رہی برسوں برسوں

☆☆☆
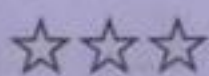
خیبر سے واپسی

فتح کے بعد مسلمان جو خیبر سے چلے
سایہ مل جاتا تھا تھوڑا سا درختوں کے تلے
ورنہ راہوں میں وہی ریگِ رواں اڑتی تھی
اک سڑک تھی، جو مدینے کی طرف مڑتی تھی
دن پہاڑوں کی تلیٹی میں گزر جاتا تھا
قافلہ دھوپ کی شدت سے ٹھہر جاتا تھا
رات بھر سرد ہواؤں میں سفر ہوتا تھا
پھر بھی انسان تھے، موسم کا اثر ہوتا تھا
نیند کے بوجھ سے بیمار ہوئی تھیں آنکھیں
جاگتے جاگتے گلنار ہوئی تھیں آنکھیں
تھک گئے لوگ تو حضرتؐ سے اجازت چاہی
آخرِ شب کہیں دم لینے کی مہلت چاہی
شہ کونین کو اندیشہ تھا، ایسا تو نہ ہو
صبح کے وقت کہیں نیند کا غلبہ تو نہ ہو

نہ کھلیں وقت پہ، آنکھوں سے خطا ہو جائے
دن نکل آئے، نماز اپنی قضا ہو جائے
رات بھر جاگتے رہنے کا ارادہ کر کے
جب بلالؓ اٹھے جگا دینے کا وعدہ کر کے
مان لی بات، ٹھہرنے کی اجازت دے دی
سب کو سرکارؐ نے سو لینے کی مہلت دے دی
پھر وہی بات ہوئی خدشہ لگا تھا جس کا
جاگتے بن نہ سکی، وعدہ کیا تھا جس کا
چھا گئی قافلے والوں پہ عجب بے خبری
ایسا سوئے کہ اذاں تھی نہ نمازِ سحری
پاؤں چومے جونہی سورج کی کرن نے آکر
سب سے پہلے شہ کونینؐ اٹھے گھبرا کر
چادریں ڈال کے سوتا ہوا پایا سب کو
دن نکلتے ہوئے دیکھا تو جگایا سب کو
رات جاتے ہوئے اک دردِ نہاں چھوڑ گئی
کیا بلالِ حبشیؓ، سب پہ ستم توڑ گئی
اہلِ ایماں تھے، نمازوں کا خیال ایسا تھا
سب کے منہ اترے ہوئے تھے یہ ملال ایسا تھا
موت اور نیند میں کچھ فرق نہیں ہوتا ہے
اپنے جی سے کوئی کب اٹھتا ہے کب سوتا ہے

سب پشیمان تھے افتاد نئی تھی ان کی
زندگی بھر میں نماز آج گئی تھی ان کی
شرم سے سارے صحابیؓ ہوئے پانی پانی
شہ کونینؐ نے اللہ کی مرضی جانی
اپنے پہلو میں چھپائے دلِ بیتاب چلے
سروسامانِ سفر باندھ کے اصحابؓ چلے
جب افق صاف ہوا دھوپ ذرا اور ہوئی
پھر اذاں گونجی، قضا سب نے جماعت سے پڑھی
بھول تو فطرتِ انسانی ہے، ہو جاتی ہے
دل نہ سوئے نہ سہی، آنکھ تو سو جاتی ہے
مل ہی جاتی ہے کوئی وجہ معافی اس کی
توبہ کرلینے سے ہوتی ہے تلافی اس کی
کوچۂ عشق میں ایسے بھی مقام آتے ہیں
یہی اشکوں کے ستارے ہیں جو کام آتے ہیں

☆☆☆

عمرۃ القضا

حدیبیہ میں جو قول وقرار باندھے تھے
صحابہؓ دل سے وہی انتظار باندھے تھے
گزشتہ سال جو احرام کھول دینا پڑا
مراجعت کا بلا عمرہ قول دینا پڑا
سکوں ملا تو قضا کا سوال سامنے تھا
یہ عمرہ قرض تھا اور اب کے سال سامنے تھا
ہجومِ شوق تھا اکیس سو سواروں کا
چلا تو قافلہ لگتا تھا چاند تاروں کا
حضورؐ اپنے صحابہؓ کے ساتھ ساتھ چلے
یہ وہ سفر تھا، فرشتے بھی ساری رات چلے
کئی برس پہ جو بیت الحرام کو دیکھا
نظر اٹھا کے جو دار السلام کو دیکھا
وفورِ شوق میں آنسو نکل پڑے سب کے
تڑپ کے رہ گئے یوں دل مچل پڑے سب کے

بہت دنوں میں وطن دیکھنا نصیب ہوا
چمن میں آ کے چمن دیکھنا نصیب ہوا
وہی مکاں، وہی کوچے، وہی دریچے تھے
مہاجرین کھڑے آج جن کے نیچے تھے
اسی دیار میں ان کی جوانیاں گزریں
انہیں فضاؤں میں کتنی کہانیاں گزریں
ستم کا عہد بھی دیکھا فرارِ جاں کا بھی
گلہ زمیں کا بھی تھا دل میں، آسماں کا بھی
خدا کے گھر کے لئے کتنی خاک چھانی تھی
طواف تھا کہ عقیدت کی کامرانی تھی
مدینے والے یہاں خالی ہاتھ آئے تھے
یہ اپنے ساتھ فقط پیشِ قبض لائے تھے
کلاہِ فتحِ فروزاں سروں پہ رکھی تھی
دعائے بدر کہیں چادروں پہ رکھی تھی
احد کے خون سے پیشانیاں چمکتی تھیں
قبائے چاک میں سلطانیاں چمکتی تھیں
بہارِ غزوۂ خندق تھی مہرباں ان پر
ہوائے وادیٔ خیبر تھی گل فشاں ان پر
جمالِ عشقِ محمدؐ جبیں پہ رکھتے تھے
یہ پاؤں ایسی ادا سے زمیں پہ رکھتے تھے

کہ جیسے چاند ستارے بچھانے آئے ہوں
چراغ جاں کے اجالے لٹانے آئے ہوں
قریش، اہلِ مدینہ کو بڑھ کے دیکھتے تھے
ابوقبیس کے ٹیلے پہ چڑھ کے دیکھتے تھے
دل و دماغ پہ ہیبت سی چھائی جاتی تھی
نظر بھی ان سے بہ مشکل اٹھائی جاتی تھی
صحابہ رکنِ یمانی میں تیز تیز چلے
کہ دیکھ دیکھ کے رفتار، کفر اور جلے
یہ تین روز کا وقفہ، نشان چھوڑ گیا
قریش والوں کا سارا غرور توڑ گیا
معاہدے کے اصولوں سے انحراف نہ تھا
ادائے فرض کا احساس تھا طواف نہ تھا

☆☆☆

انقلابِ اسلام

کوئی تہذیبِ عرب تھی نہ تمدن ان کا
اپنا منہ نوچ کے رہ جاتا تھا ناخن ان کا
روح بوسیدہ مزاروں کی طرح تھی ان کی
زندگی گم شدہ غاروں کی طرح تھی ان کی
روشنی کا کوئی سایہ ادھر آتا ہی نہ تھا
وہ دھواں تھا کہ ستارہ نظر آتا ہی نہ تھا
مشغلہ کچھ نہ تھا اوہام پرستی کے سوا
ان کے اطراف میں کچھ بھی نہ تھا پستی کے سوا
غولِ صحرا تھے، بھٹکتے تھے بیابانوں میں
روز و شب خاک اڑاتے تھے یہ میدانوں میں
کفر کے پاؤں میں خود ساختہ زنجیریں تھیں
ہاتھ میں وقت کی ٹوٹی ہوئی شمشیریں تھیں
بیٹی ان کے لئے اک عار ہوا کرتی تھی
پیدا ہونے کی گنہگار ہوا کرتی تھی

ریت کی قبر ہی اس کے لئے گہوارہ تھی
جو نکلتے ہی گرے، ٹوٹ کے، وہ تارا تھی
جسم و جاں خالی تھے ہر جذبۂ روحانی سے
دین کیا ہے؟ یہ سمجھتے نہ تھے آسانی سے
اجرِ عقبیٰ کسے کہتے ہیں، قیامت کیا ہے
جانتے ہی نہ تھے انسان کی قیمت کیا ہے
شرم تھی ان کی نظر میں نہ حیا آنکھوں میں
چھایا رہتا تھا جہالت کا نشہ آنکھوں میں
دینِ عیسیٰ کے پرستار نہ ہارون کے تھے
جانے کس نسل کے یہ لوگ تھے کس خون کے تھے
مٹ گیا دینِ براہیم بھی مٹتے مٹتے
آبِ زم زم سے بھی دامن کے نہ دھبے مٹتے
یہ حجاز اور یہ ناگفتہ و نازک حالات
ایسے ماحول میں قرآن بنا شمعِ نجات
ایک اُمّی کی نظر برقِ تپاں بن کے اڑی
رات یخ بستہ تھی صدیوں سے، دھواں بن کے اڑی
بے ادب قوم کو تہذیب کا گہوارا کیا
چند برسوں ہی میں دنیا نے یہ نظارا کیا
ہر طرف مشرق و مغرب میں قدم تھے اس کے
آسمانوں کی بلندی پہ علم تھے اس کے

سارے آفاق کی تصویر بدل کر رکھ دی
نوعِ انسان کی تقدیر بدل کر رکھ دی
انقلاب آیا تو خودبین و خودآگاہ بنی
شام تاریک ستاروں کی گزرگاہ بنی

☆☆☆

غزوۂ موتہ

کفر و تہذیب کی زنجیریں گلی جاتی تھیں
فتح و نصرت کی حدیں پھیلی چلی جاتی تھیں
علم و حکمت کے دریچوں سے اجالے پھوٹے
مطلعِ فکر کے دامن سے دھندلکے چھوٹے
چشمۂ عشق، سمندر کی طرح پھیل گیا
نورِ حق ماہِ منور کی طرح پھیل گیا
حسنِ اخلاق نے دل کھینچ لئے سینوں سے
خُلق نے تیغِ انا چھین لی بے دینوں سے
وہ محبت کی نظر سوختہ جانوں پہ ہوئی
نغمۂ روح کی برسات چٹانوں پہ ہوئی
صورتیں امر و نواہی کی نظر میں آئیں
برکتیں انفس و آفاق کی، گھر میں آئیں
ایک اُمّی نے رموزِ حق و باطل کھولے
روشنی ذہن میں بھرتی گئی یوں دل کھولے

سلطنت کیا ہے، تقاضائے حکومت کیا ہے
دین کس چیز کو کہتے ہیں، سیاست کیا ہے
شہریت اپنے وسائل کے سفر پر نکلی
قوم ہجرت زدہ، تبلیغِ ہنر پر نکلی
یوں مدینہ کی بہاروں کا اثر ہونے لگا
دل کے صحراؤں میں خوشبو کا سفر ہونے لگا
ہائے کیا بات ہے اس بارشِ ادراک کی بھی
قسمتیں کھل گئیں خار و خس و خاشاک کی بھی
آج مکہ بھی محمدؐ سے خجل ٹھہرا ہے
جس کو ٹھکرایا تھا وہ پارۂ دل ٹھہرا ہے
آج خالدؓ کی نگاہیں بھی پشیمان ہوئیں
ایسا جلوہ نظر آیا کہ مسلمان ہوئیں
اپنے دامن سے انہیں خونِ احد دھونا تھا
یعنی اللہ کی تلوار انہیں ہونا تھا
عمرو بن عاصؓ بھی اک بندۂ بے دام بنے
دل کی لو بھڑکی تو پروانۂ اسلام بنے
عشقِ عثمانؓ ابی طلحہؓ کا دل لوٹ گیا
اس طرح روئے کہ پلکوں کا دھواں چھوٹ گیا
اس طرح تینوں کا اسلام میں داخل ہونا
ہائے وہ کفر کے طوفان کا ساحل ہونا

سرحدِ شام پہ تثلیث نے باہنیں کھولیں
فتنۂ جنگ کی شرجیل نے راہیں کھولیں
اتنا آساں نہ تھا قاصد کا لہو بہہ جانا
باعثِ ننگ تھا اس موڑ پہ چپ رہ جانا
سرزنش کے لئے تلوار اٹھانی ہی پڑی
قوتِ بازوئے اسلام دکھانی ہی پڑی
ایک ہنگامہ جو شرجیل کے شر سے اٹھا
روک دینا تھا جو طوفان ادھر سے اٹھا
زخم کھولے ہوئے مقتل میں کھڑا ہو جیسے
حارث ازدیؓ کا لہو چیخ رہا ہو جیسے
جنگِ موتہ کا نہ تاریخ میں کیوں نام آئے
کیسے کیسے سپہ سالار یہاں کام آئے
جنگ میں سرورِ کونین نہیں آئے تھے
لوگ آئے تھے، مدینے کی دعا لائے تھے
جنگِ موتہ کا یہ منظر ہے نظر میں اب تک
اہلِ تثلیث کا لشکر ہے نظر میں اب تک
دشمن اک لاکھ، مسلمان فقط تین ہزار
زید بن حارثہؓ کے ہاتھ سے چھوٹی تلوار
پرچمِ جنگ کو جعفرؓ نے اٹھایا بڑھ کر
حملہ آور ہوئے کفار کے سر پر چڑھ کر

اہلِ دیں کم تھے تو یلغار کہاں تک سہتے
جاں نثارانہ یہ پیکار کہاں تک سہتے
فاصلہ چار قدم رہ گیا پسپائی میں
آپؓ مصروف رہے معرکہ آرائی میں
نیزہ دشمن کا اڑا جھونک میں سر تک پہنچا
سر سے اترا تو وہ سینے سے جگر تک پہنچا
کیوں نہ ہوتا کہ یہ فرمودۂ پیغمبر تھا
جو اشاروں میں کہا تھا یہ وہی منظر تھا
آسمانوں کے فرشتوں میں ادب ہے ان کا
وہ شہادت تھی کہ طیّار لقب ہے ان کا
نوّے زخموں کے نشانات بدن پر دیکھے
ان کے بازو کی جگہ دونوں طرف پر دیکھے
پرچمِ جنگ کو گرنے نہ دیا ہاتھوں سے
بن رواحہؓ بڑھے اور تھام لیا ہاتھوں سے
ایک ہی جنگ میں یہ تیسرے سالار ہوئے
پرچمِ حق کی بلندی کے نگہدار ہوئے
ان کی قسمت میں بھی پیکانِ قضا رکھا تھا
جاں نثاری کا یہ انعام لکھا رکھا تھا
کیوں نہ ہوتا کہ اشارہ تھا یہی پہلے سے
کہہ چکے تھے یہ رسولِ عربیؐ پہلے سے

دستِ خالدؓ میں نئی شان سے پرچم آیا
صفِ اسلام میں کچھ اور بھی دم خم آیا
بدلے لینے تھے انہیں تین علم داروں کے
ڈھیر لگتے گئے ٹوٹی ہوئی تلواروں کے
ایک ٹوٹی تو وہیں دوسری تلوار آئی
عرصۂ جنگ میں نوبت یہی نو بار آئی
ملک گیری کا تصور بھی نگاہوں میں نہ تھا
تختِ شاہانہ کا منظر کہیں راہوں میں نہ تھا
معترف جذبۂ حق کی ہے خدائی ساری
صرف اللہ کی خاطر تھی لڑائی ساری
جب ستم، ضبط کی منزل سے گزر آیا تھا
فرض، سرکوبیٔ قاتل پہ اتر آیا تھا
موت گھبرا گئی، خالدؓ کا جلال ایسا تھا
فتح نے چوم لئے ہاتھ، کمال ایسا تھا
سیف اللہ کی تفسیر بنے تھے خالدؓ
پردۂ غیب کی شمشیر بنے تھے خالدؓ
آخرش جنگ کے انجام کو یوں ہونا تھا
قیصرِ روم کے پرچم کو نگوں ہونا تھا
غیر اللہ کی کثرت کا بھرم ٹوٹ گیا
آج میدان میں پیمانۂ جم ٹوٹ گیا

فتح کی خوش خبری، شہرِ نبیؐ تک پہنچی
عرصۂ جنگ کی تفصیل سبھی تک پہنچی
اپنے چہرے پہ شہیدوں کا کفن اوڑھے تھی
یہ خبر ایک لڑائی کی تھکن اوڑھے تھی
فتح کے شور میں ڈوبا ہوا غم آپؐ کا تھا
آنکھ نم ہو گئی وہ خُلق و کرم آپؐ کا تھا

☆☆☆

فتح مکہ

صلح حدیبیہ کو زمانا ہوا نہ تھا
جو بھی معاہدہ تھا پرانا ہوا نہ تھا
بکھرے ادھر اُدھر جو قبیلے بہت سے تھے
اہلِ شعور کم تھے، ہٹیلے بہت سے تھے
تھوڑے حلیف تھے تو ہزاروں خلاف تھے
کچھ خاک میں اٹے تھے کچھ آئینہ صاف تھے
اسلام اور قریش کا ٹکراؤ بند تھا
دونوں طرف سے امن کا پرچم بلند تھا
پابندیاں تھیں امن کی سب کی نگاہ میں
تھوڑے سے تھے پناہ رسالت پناہ میں
قومِ بنی قزاعہ حلیفِ مدینہ تھی
یہ اور بات ہے کہ مسلماں ہوئی نہ تھی
چڑھ آئی اس پہ قوم بنی بکر ایک شب
تلوار اس نے کھینچ لی بے وجہ بے سبب

جو بھیڑ بکریاں تھیں وہ سب ہانک لے گئے
چھوڑا نہ کچھ بھی، خاک تلک پھانک لے گئے
اہلِ قریش ساتھ میں تھے حادثہ یہ تھا
سب بھول کے وہ گھات میں تھے حادثہ یہ تھا
صلح حدیبیہ کی بھی زنجیر توڑ دی
جو بجھ گئی تھی پھر وہی چنگاری چھوڑ دی
فریادِ غائبانہ ہوا میں چھلک گئی
اس حادثے کی چیخ مدینہ تلک گئی
کوئی پیامبر نہ مسافر وہاں گیا
لیکن نبیؐ کے کان میں شورِ فغاں گیا
اشعارِ مستغیث کو کیا بال و پر ملے
ورنہ یہ روئیں اور نبیؐ کو خبر ملے!
آبِ وضو کے ساتھ کچھ آنسو بھی بہہ گئے
لبیک تین بار کہا اور رہ گئے
اک آہ زیرِ لب کی یہ پرواز دیکھئے
سن لی نبیؐ نے دور کی آواز دیکھئے
تفصیل حال لے کے عمر بن سلام آئے
پھر مجلسِ نبیؐ میں صحابہ کرامؓ آئے
یہ فیصلہ ہوا کہ لڑا جانا چاہئے
شب خون کا جواب دیا جانا چاہئے

بد عہدیٔ قریش سے صرفِ نظر نہ ہو
یوں حملہ کیجئے کہ کسی کو خبر نہ ہو
مکہ کے لوگ وعدہ خلافی تو کر گئے
انجام کا خیال جو آیا تو ڈر گئے
یہ موڑ سخت تھا ابو سفیان کے لئے
اک بند ڈھونڈتا تھا وہ طوفان کے لئے
وہ ذی شعور، جہل سے منکر ہوا نہ تھا
افسانۂ انا ابھی آخر ہوا نہ تھا
سردارِ قوم اور ندامت میں ڈوبنا
وہ چاہتا نہ تھا کسی صورت میں ڈوبنا
سوچا کہ چل کے سرورِ کونینؐ سے ملے
تجدیدِ صلح کی کوئی کوشش کرے، ملے
بھٹکا کیا مدینے کی گلیوں میں چار سو
کی اپنی بیٹی، اُمِ حبیبہؓ سے گفتگو
لیکن جواب صاف ملا، بات بھی نہ کی
وہ بات تھی کہ دل سے ملاقات بھی نہ کی
وہ زوجہ رسولؐ تھیں اس کا خیال تھا
ہر چند باپ کے لئے دل میں ملال تھا
اک ذی شعور اور اجالوں سے اتنی دور
دنیا میں آخرت کے خیالوں سے اتنی دور

سردارِ قوم ہو کے بھی، کن پستیوں میں تھا
بدنام اتنی عمر میں بھی، بستیوں میں تھا
اسلام دشمنی میں کہیں کا رہا نہ وہ
آنکھیں تھیں پھر بھی دیکھ سکا راستہ نہ وہ
بیٹی سے مل کے جیسے قدم ڈگمگا گئے
واں سے اٹھا تو آنکھ میں آنسو سے آ گئے
ملتا رہا تمام صحابہ کرامؓ سے
سب نے نگاہیں پھیر لیں اس بدکلام سے
یہ سعیٔ نامراد نبیؐ تک نہ جا سکی
مجلس میں داخلے کی اجازت نہ پا سکی
صلح حدیبیہ کا اعادہ نہ ہو سکا
جو ہو چکا تھا اس سے زیادہ نہ ہو سکا
حضرت علیؓ کے طنز میں اک رنگ بھر دیا
سیدھے سے اک مذاق کو افسانہ کر دیا
مکہ میں جا کے کہہ دیا، تجدید ہو گئی
باتوں سے بے وقوفی کی تائید ہو گئی
اک اور واقعہ ہوا شہرِ رسولؐ میں
چھوٹی سی بھول ہو گئی حاطبؓ سے بھول میں
اک خط میں رازِ جنگ لکھا یوں کھلا کھلا
مکہ پر آ گیا ہے چڑھائی کا مرحلہ

افشائے راز ہو نہ سکا خیر ہوگئی

قاصد کو راستے میں ذرا دیر ہوگئی

یہ جرم کھل گیا تو سوال سزا اٹھا

حاطبؓ کے اس قصور پہ طوفان سا اٹھا

جو تھا، کھنچا ہوا تھا وہ تلوار کی طرح

حاطبؓ کھڑے ہوئے تھے گنہگار کی طرح

آنکھیں جھکی ہوئی تھیں بہت بے قرار تھے

اپنے نبیؐ سے عفو کے امیدوار تھے

کیوں ان کے ارتداد پہ رحم و کرم کریں

فاروقؓ چاہتے تھے کہ گردن قلم کریں

لیکن حضورؐ اور ہی کچھ سوچنے لگے

آنکھوں میں جیسے بدر کے منظر کھلنے لگے

حاطبؓ بھی دشمنوں کے مقابل ہوئے تو تھے

یہ غازیانِ بدر میں شامل ہوئے تو تھے

رازِ الوہیت کو کوئی جانتا نہیں

اللہ جانتا ہے کوئی دوسرا نہیں

شاید وہ دوسروں سے زیادہ قریب ہوں

ان کی خطا معاف ہو ایسے حبیب ہوں

دامانِ آرزو میں گہر بھر دیے گئے

چشمِ کرم اٹھی تو بری کر دیے گئے

اب پرچمِ ہلال پر افشاں ہے سامنے
لشکر کشی کی منزلِ تاباں ہے سامنے
بارہ ہزار لوگ حرم کی طرف چلے
کس شان سے دیارِ کرم کی طرف چلے
اللہ کا نبیؐ سپہ سالاران کا تھا
ہمراہ ان کے جذبۂ بیداران کا تھا
جتنے قبیلے ساتھ میں تھے جاں نثار تھے
اس وادیٔ جہاد کے سب شہسوار تھے
لشکر کا شور گونج رہا تھا فضاؤں میں
اک ارتعاش پھیل گیا تھا ہواؤں میں
قدموں میں رہ گزار تھی مکہ نظر میں تھا
لگتا تھا جیسے سارا مدینہ سفر میں تھا
نکلے تھے جس دیار سے بربادیوں کے ساتھ
پھر آج مل رہے تھے انہیں وادیوں کے ساتھ
اس جنگ کا جواز؟ وہی زعمِ کافری
اسلام کی طرف سے یہ حجّت تھی آخری
یہ آٹھواں برس تھا مہاجر بنے ہوئے
ہر روز اس عذاب کے بادل گھنے ہوئے
مکہ خدا کا گھر بھی تھا مکہ وطن بھی تھا
اس سرزمیں کے نام میں اک بانکپن بھی تھا

لات وہبل کی بھیڑ لگی تھی یہاں مگر
اس روشنی کے گھر میں بھرا تھا دھواں مگر
مکہ رموزِ دین سے آگاہ ہی نہ تھا
اللہ کی زمین پہ اللہ ہی نہ تھا
عزمِ پیمبری کے لئے لازمی ہوا
اک معرکہ کہ اس سے نہ پہلے کبھی ہوا
آنکھوں میں اعتماد کے کچھ پھول کھل گئے
اس کارواں سے جحفہ میں عباسؓ مل گئے
جاہ وجلال دیکھ کے حیران ہو گئے
دل آگیا، بھتیجے پہ قربان ہو گئے
اسلام اور دبدبہ و احتشام یہ
اہلِ قریش جھیل چکے انتقام یہ
کعبہ میں اب بتوں کے لئے خیریت نہ تھی
لات وہبل کہیں بھی چھپیں، عافیت نہ تھی
بستی جہاں مقیم خدا کا حبیبؐ تھا
مکہ وہاں سے دور نہیں تھا قریب تھا
لشکر جو ہم رکاب تھا رستے میں رک گیا
خیموں پہ آسمان کا سر اور جھک گیا
اتنے لگے الاؤ سماں جگمگا اٹھا
وہ روشنی سی برسی کہ مکہ نہا اٹھا

صحرا میں کیسا شور بپا ہے خبر نہ تھی
کیا حادثہ قریب کھڑا ہے خبر نہ تھی
یہ معرکہ جو چار قدم پر ہے سخت ہے
اب خیر و شر کی جنگ میں تھوڑا سا وقت ہے
تھی ان کی آنکھ بند مگر دیکھتے بھی تھے
کچھ انتظام چاروں طرف گشت کے بھی تھے
سفیاں کے ساتھ ساتھ بدیل اور حکیم تھے
حیرت زدہ تھے، پیکرِ امید و بیم تھے
وہ سوچتے کھڑے تھے، یہ لشکر کدھر کا ہے
تعداد بے حساب ہے، رخ بھی ادھر کا ہے
سوچا کئے یہ قومِ قزاعہ نہ ہو کہیں
یہ شرکتِ کنانہ کا بدلہ نہ ہو کہیں
اک پشتۂ بلند پہ یہ گفتگو ہوئی
عباسؓ نے سنی تو انہیں جستجو ہوئی
پہنچے جو وہ قریب تو سفیاں تھا سامنے
پیغام بھیجنے کا یہ امکاں تھا سامنے
ہونے نہ پائی بات کہ فاروقؓ آ گئے
اس بے خبر کی آنکھ سے پٹی ہٹا گئے
کر کے اسیر خیمے میں پہنچا دیا گیا
دیکھا رسولؐ نے تو تبسم سا آ گیا

سفیان! تم پہ عقل کی راہیں نہیں کھلیں
اک عمر ہوگئی ہے نگاہیں نہیں کھلیں
پتھر کو پوجتے ہو خدا کی زمین پر
آجاؤ اب تو مرکزِ علم و یقین پر
خُلقِ عظیم دامنِ دل کھینچنے لگا
ہر لفظ تیر سا ابوسفیان کے لگا
اک سوچ تھی جو قید سے آزاد ہوگئی
کیا عمر تھی کہ کفر میں برباد ہوگئی
خاصانِ خاص میں ابوسفیان ہوگئے
بس اک نظر میں صاحبِ ایمان ہوگئے
آنکھوں سے اشک ہائے ندامت جو بہہ گئے
دامن میں جتنے داغ تھے سب دھل کے رہ گئے
حملہ کے انتظار میں جب شب گزر گئی
ہر شخص سر بہ کف تھا جہاں تک نظر گئی
فوج ظفر بدوش تھی مکہ کی راہ پر
پڑتی تھی اسلحوں کی چمک رزم گاہ پر
گھاٹی کے اک بلند کنارے سے دیر تک
بکھرائے آسماں نے ستارے سے دیر تک
یہ لشکری تھے سارے مسافر جلاوطن
آنسو بھی لے کے آئے تھے آنکھوں میں، صف شکن

اللہ کی مدد کا سہارا تھا اور کیا
سرکارِ دو جہاںؐ کا اشارہ تھا اور کیا
تھا سعد بن عبادہؓ کا پرچم کھُلا ہوا
جنت کے پانیوں سے ہو جیسے دُھلا ہوا
جب ایک ایک کر کے قبائل گزر گئے
دو راستوں سے شہر کے اندر بکھر گئے
ہجرت کی رات پھر گئی آنکھوں کے سامنے
ٹھکرا دیا تھا جب انہیں ہر خاص و عام نے
وہ شب کہاں یہ صبح کی رعنائیاں کہاں
کھوئی ہوئی تھیں وقت کی پرچھائیاں کہاں؟
یادیں ہزار آنے لگیں ٹوٹ ٹوٹ کے
دامانِ صبر رہ گیا ہاتھوں سے چھوٹ کے
گھمسان کی لڑائی کا امکان تھا مگر
مکہ تمام بے سر و سامان تھا مگر
تھوڑی مزاحمت ہی میں پسپا سا ہو گیا
نکلی تھی تھوڑی دھوپ کہ سایا سا ہو گیا
جس راستے سے حضرتِ خالدؓ گئے ادھر
تھوڑی سی کشمکش کے ہوئے واقعے ادھر
لیکن کیا حضورؐ نے اس کو بھی ناپسند
تا کہ حرم میں خون کا ہو جائے باب بند

رسولِ پاکؐ نے سب کو امان دے دی ہے
اسی کرم پہ تو دنیا نے جان دے دی ہے
غرورِ فتح کا ساماں نظر نہیں آتا
گزر گیا ہے جو طوفاں نظر نہیں آتا
برس رہا ہے سکوں تھم گئی ہیں تلواریں
پناہ بانٹ رہی ہیں حرم کی دیواریں
نہ انتقام کہیں ہے نہ قتلِ عام کہیں
دکھائی دیتی نہیں تیغ، بے نیام کہیں
شکست خوردہ نہیں صبح و شام کا عالم
گلی گلی میں وہی امنِ عام کا عالم
بس ایک دعوتِ حق تھی حضورؐ کے آگے
پڑی تھی رات بہت، شمعِ نور کے آگے
جگہ جگہ وہی تاریکیوں کے سائے تھے
ابھی حنین میں کفار سر اٹھائے تھے
رسولؐ، فاتحِ عالم کی کیا ادائیں تھیں
کہ پھول ہاتھ میں تھے، ہونٹ پر دعائیں تھیں
نبیؐ نے مکہ میں انیس (۱۹) دن قیام کیا
شبِ سیہ میں چراغوں کا اہتمام کیا
امورِ دین و سیاست کا یہ زمانہ تھا
قیامِ اہلِ مدینہ مسافرانہ تھا

ہوا تھا اتنے دنوں باعثِ قیام یہی
حضورؐ سوچتے رہتے تھے صبح و شام یہی
حجاز اپنے مقدس نبیؐ کو پہچانے
بہار آئی تو مہکیں تمام ویرانے
گھٹا اٹھی تو کوئی دشت تشنہ لب نہ رہے
صلائے عام ہے، محروم کوئی اب نہ رہے
وفود بھیجے گئے قافلے روانہ ہوئے
جو ایک اور لڑائی کا شاخسانہ ہوئے
بنی ثقیف و ہوازن کے حیلہ جو، پھیلے
اٹھے، حنین کی وادی میں چار سُو پھیلے
وہ اڑ رہے تھے ستاروں کو لوٹنے کے لئے
بنے تھے جن کے پر و بال ٹوٹنے کے لئے
وہ خواب دیکھ رہے تھے نبیؐ سے لڑنے کا
قطار باندھ کے مکہ پر ٹوٹ پڑنے کا
وہ سوچتے رہے فوجِ مبین آ پہنچی
سرِ حنین صفِ فاتحین آ پہنچی
نبیؐ کے ساتھ تھا بارہ ہزار کا لشکر
حنین پیشِ نظر سایۂ خدا سر پر
وہ سنگلاخ سی گھاٹی جو تنگ سی تھی
سیاہ و سرخ چٹانوں کی اک سرنگ سی تھی

گزر محال تھا بارہ ہزار لشکر کا
بچھا ہو جیسے کوئی فرش، گرم پتھر کا
عذاب ہو گیا میدان میں اترنا بھی
چلے وہ تیر کہ مشکل ہوا ٹھہرنا بھی
لگا دی حلقۂ دشمن نے جان کی بازی
بنی ثقیف نے کی جم کے تیر اندازی
ہوا میں ناچ اٹھیں اہلِ حق کی تلواریں
پڑیں زمیں کے بدن پر لہو کی بوچھاریں
محاذ چھوڑ کے بھاگے جو لڑنے آئے تھے
جدھر وہ آنکھ اٹھاتے، قضا کے سائے تھے
کھلے جو دشمنِ دیں پر شکست کے آثار
بکھر کے رہ گئے چاروں طرف وہ چار ہزار
وہ اس طرح سے ہٹے، انتشار پھیل گیا
زمیں پہ خون، ہوا میں غبار پھیل گیا
قریب تھا کہ مسلمان، کامراں ہوتے
مگر نہ دیر لگی خون، رائیگاں ہوتے
یہاں بھی جنگِ احد جیسی اک کہانی ہوئی
پھر ایک بار یہ افتادِ ناگہانی ہوئی
کہ بڑھ کے مالِ غنیمت پہ لوگ ٹوٹ پڑے
محاذِ جنگ کا وہ حال، جیسے لوٹ پڑے

یہاں بھی دین کے غلبے کا کچھ غرور ہوا
ذرا سی دیر کو حدِ ادب سے دور ہوا
منافقین بھی تھے اہلِ شر بھی تھے ان میں
مآلِ کار سے کچھ بے خبر بھی تھے ان میں
وہ لوگ بھی تھے جو دینِ ہدیٰ سے جلتے تھے
دلوں میں آگ بھرے ابتدا سے جلتے تھے
دل و دماغ ہوئے سب کے اس طرح ماؤف
کہ لوٹنے میں بہت لوگ ہو گئے مصروف
بنی ثقیف نے دیکھا تو سب پلٹ آئے
مجاہدین پہ اس طرح تیر برسائے
کہ داغ، سادہ قباؤں پہ پڑ گئے سب کے
جمے جمائے ہوئے پاؤں اکھڑ گئے سب کے
ذرا سی دیر میں لشکر بکھر گیا سارا
کنارا چھوڑ کے پانی اتر گیا سارا
پھر اک بار احد کی طرح خرابی ہوئی
لہو سے کچھ نہ ہوا بس زمیں گلابی ہوئی
مگر حنین کی مٹی نے یوں قدم تھامے
رسولِ پاکؐ کھڑے رہ گئے علم تھامے
کھڑے تھے چار صحابہؓ مثالِ پروانہ
کہ اک رسولؐ بچے تھے چراغِ ویرانہ

نبی کی ذاتِ گرامی کا امتحان تھا یہ
قدم زمیں سے اکھڑتے، خلافِ شان تھا یہ
یہ شمعِ عالمِ فردا رہی وہیں روشن
کہ جس کے نقشِ کفِ پا سے ہے زمیں روشن
رسولؐ جن کی حکومت ہے دو جہانوں پر
دعا لبوں پہ تھی آنکھ ان کی آسمانوں پر
الٰہی! بیعتِ رضواں کی لاج رہ جائے
ہوا خلاف ہے، ایماں کی لاج رہ جائے
گناہ گار ہیں لیکن گرفت مت کرنا
تو باز پرس کی رسی کو سخت مت کرنا
اٹھا کے پھینک دیں خوف و ہراس، آجائیں
جو لوگ بکھرے ہوئے ہیں وہ پاس آجائیں
زمیں جو پاؤں میں چبھتی تھی، پھول پھول ہوئی
نبیؐ کے دل سے نکل کر دعا قبول ہوئی
جو منتشر تھے صحابہؓ سمٹ کے لوٹ آئے
دل و نگاہ کے پردے الٹ کے لوٹ آئے
پھر ایک جنگ ہوئی اور ایسی جنگ ہوئی
بنی ثقیف پہ ارضِ حنین تنگ ہوئی
بچا کے جان وہ طائف میں چھپ گئے سارے
تمام عمر نہ جیتے کچھ اس طرح ہارے

بنی ثقیف کا سارا غرور ٹوٹ گیا
جہادِ عشق کے دامن سے داغ چھوٹ گیا

☆☆☆

مسجدِ ضرار

مدینہ مرکزِ دینِ مبین بننے لگا
یہ نشرِ حق کی نئی سرزمین بننے لگا
اذانِ شام وسحر سے فضا چھلکنے لگی
کھلیں درود کی کلیاں ہوا مہکنے لگی
مہاجرین بھی داغِ وطن کو بھول گئے
نئے چمن میں پرانے چمن کو بھول گئے
مدینہ والے وہ ایثار کی مثال بنے
کہ خالی ہاتھ مہاجر بھی مالا مال بنے
بلند وپست کی تفریق کا زمانہ گیا
ضلالتوں کا وہ دستورِ عامیانہ گیا
خدا کے نام کا پرچم اڑا مدینے میں
عبادتوں کا تقدس بڑھا مدینے میں
یقیں کے ساتھ مگر کچھ گماں بھی ہوتا ہے
دیئے کی لو میں ہمیشہ دھواں بھی ہوتا ہے

جوارِ نور میں گھبرائے کفر کے سائے
منافقت نے پر و بال اپنے پھیلائے
یہودیت پسِ پردہ تھی سامنے اسلام
ہزار دشمنِ دیں تھے، ہزار بد انجام
دلوں میں کفر تھا چہرے فرشتوں جیسے تھے
وہ لا الٰہ محمدؐ کے ڈر سے کہتے تھے
یہ جو فروش تھے گندم نمائی کرنے لگے
کہ سجدہ گاہِ قبا کی برائی کرنے لگے
ہرے درخت کی جڑ کاٹنے کی فکر میں تھے
یہ دیمکوں کی طرح چاٹنے کی فکر میں تھے
وہ چاہتے تھے دلوں میں درار پڑنے لگے
قبا کے بارے میں اک داستان گھڑنے لگے
کہ اس کے فرش پہ سجدہ ادا نہیں ہوتا
یہ غم ہمارے دلوں سے جدا نہیں ہوتا
یہاں نماز سے ایماں خراب ہوتا ہے
ہمیں ثواب کے بدلے عذاب ہوتا ہے
اسی جگہ کبھی لینہ گدھے بندھاتی تھی
تمام رات ہوا گندگی اڑاتی تھی
پئے نماز قبا کی طرف نہ جائیں گے
ہم اس دیار میں مسجد نئی بنائیں گے

وہ ساز و برگ اکٹھا کیا کہ بے تاخیر
ضرار چند دنوں میں ہی ہو گئی تعمیر
منافقت کا گھروندا تھی سجدہ گاہ نہ تھی
مگر کسی کی بھی اس راز پر نگاہ نہ تھی
بنامِ دین یہ تخریبِ دیں کی باتیں تھیں
زباں پہ کلمۂ حق تھا دلوں میں گھاتیں تھیں
اس احتیاط سے شیطانیت رچائی گئی
کہ دیکھنے میں برائی کہیں نہ پائی گئی
کہا نبیؐ سے کہ پہلی نماز آپ سے ہو
یہ ابتدائے سجودِ نیاز آپ سے ہو
حضورؐ جان نہ پائے کہ ماجرا کیا ہے
نماز جا کے پڑھا آئیں تو برا کیا ہے
پئے نمازِ صحابہؓ بھی ہو گئے تیار
قدم اٹھے بھی نہیں تھے کہ رک گئے سرکارؐ
اتر کے عرش سے جبریلؑ سامنے آئے
نبیؐ کی خدمتِ اقدس میں حرفِ حق لائے
کہ یہ علاحدہ مسجد بنائے خیر نہیں
خدا کا حکم ہے کچھ اس میں ہیر پھیر نہیں
یہ اہتمامِ عبادت نہیں شرارت ہے
یہاں نماز نہ پڑھیے یہی مشیت ہے

یہ سن کے سب کو شہِ دیں پناہ نے دیکھا
پھر اس کے بعد یہ منظر نگاہ نے دیکھا
غرور ٹوٹ گیا ساز باز سے پہلے
اجاڑ دی گئی مسجد نماز سے پہلے
جلا دیئے گئے دیوار و در تمام اس کے
دھویں میں ڈوب گئے سارے سقف و بام اس کے
بکھر کے رہ گئی ایسی کہ اک فسانہ بنی
منافقین کی خاطر یہ تازیانہ بنی
زمیں پہ نام و نشاں تک نہ رہ گیا اس کا
منافقت کی ہزیمت ہے سانحہ اس کا
یہ فتنۂ ابو عامر تھا نامراد رہا
کسی کو نام بھی مشکل سے اس کا یاد رہا

☆☆☆

غزوۂ تبوک

رسولؐ دعوتِ اسلام لے کے آئے تھے
زمیں پہ امن کا پیغام لے کے آئے تھے
نظر اٹھائی تو راہوں میں گل فشانی کی
قدم اٹھائے تو دنیا پہ حکمرانی کی
جو دینِ حق کے سرے مملکت سے ملنے لگے
تو قصرِ روم کے دیوار و در بھی ہلنے لگے
خبر اڑی کہ وہاں زلزلہ سا آیا ہے
شکست کھا کے بھی فتنے نے سر اٹھایا ہے
چلی ہیں روم کی فوجیں قدم اٹھائے ہوئے
ہے ساتھ ہرقلِ اعظم علم اٹھائے ہوئے
کسی بھی وقت یہ لشکر اترنے والا ہے
مدینہ آ کے یہیں جنگ کرنے والا ہے
یہ امتحان تھا سالارِ انبیاؐ کے لئے
کچھ انتظام ضروری تھا اس بلا کے لئے

مگر یہ حال کہ ہتھیار تھے نہ گھوڑے تھے

خزانہ خالی تھا آلاتِ جنگ تھوڑے تھے

تھکے تھکائے تھے انصار بھی، مہاجر بھی

نبیؐ کے حکم پہ تیار ہو گئے پھر بھی

ہوائے گرم نے توڑے تھے حوصلے پھر بھی

برائے جنگ مسلمان اٹھ پڑے پھر بھی

کھجور ٹوٹ کے باغوں سے آنے والی تھی

مگر ادھر سے سبھوں نے نظر ہٹالی تھی

خدا پہ چھوڑ دیا کاروبار سب اپنا

نبیؐ کو سونپ دیا اختیار سب اپنا

خدائے پاک کا احسان ان پہ کتنا تھا

جہاں پہ کچھ بھی نہیں تھا وہاں پہ اتنا تھا

نبیؐ کا حکمِ سفر تھا سو والہانہ ہوا

تبوک، تیس ہزار آدمی روانہ ہوا

منافقین نے کوئی کمی نہیں رکھی

وہی چھری، وہی ریشم کی آستیں رکھی

یہ حیلہ جوئی کی عادت نئی نہیں ان کی

ہوا چلی تو نقابیں الٹ گئیں ان کی

ذرا سی دور چلا بن اُبی کا لشکر بھی

مدینہ لوٹ گیا راہ کا یہ پتھر بھی

قدم قدم یہ سفر والہانہ جاری تھا
نہ شور تھا نہ کوئی زعمِ شہسواری تھا
بنی ثمود کی بستی کھنڈر کھنڈر جو پڑی
کہا رسولؐ نے چلتے ہوئے نظر جو پڑی
صدی صدی کی نحوست یہاں برستی ہے
چلے چلو یہ خدا دشمنوں کی بستی ہے
عذاب ٹوٹ چکا ہے یہاں بہت پہلے
نبی بھی ہار تھکا ہے یہاں بہت پہلے
سفر طویل تھا صحرا تمام پھیلا تھا
زمین پیلی سی تھی، آسمان میلا تھا
پہاڑ راہ میں دیوار بن کے آتے رہے
قدم سنبھال کے ناقہ سوار اٹھاتے رہے
وہ حوصلہ کسی منزل پہ ہار جاتے کیوں
خدا کی راہ میں نکلے تھے ڈگمگاتے کیوں
وہ اعتماد، وہ پائے ثبات ان کا تھا
ہزاروں کوس کا جنگل نظر میں تنکا تھا
سوادِ راہ میں شہرِ ملوک آ پہنچا
سفر کی گرد تھمی اور تبوک آ پہنچا
پڑاؤ ڈال دیے چشمۂ کم آب کے پاس
بجھا سکے جو نہ اس لشکرِ عظیم کی پیاس

رسول پاکؐ نے اک گھونٹ پی کے ڈال دیا
تو اس زمین نے اک آبشار اچھال دیا
یہ چشمہ کل بھی ابلتا تھا اب بھی جاری ہے
تبوک میں اسی پانی کی لالہ کاری ہے
تمام دشت میں تا دور خیمہ گاہیں تھیں
پھر اس کے بعد حمص جانے والی راہیں تھیں
حمص میں ہرقلِ اعظم چھپا سا بیٹھا تھا
امیرِ روم کسی بے نوا سا بیٹھا تھا
مجال کیا تھی نکل کر تبوک تک آئے
قدم بڑھائے سپاہِ نبیؐ سے ٹکرائے
اُدھر قیام کی مدت بھی طول ہوتی گئی
ادھر اشاعتِ دینِ رسولؐ ہوتی گئی
ہزاروں دائرۂ لا الٰہ میں آئے
پناہ گاہِ رسالت پناہ میں آئے
وہیں قریب میں بستی تھی دومۃ الجندل
فصیلِ شہر کے چاروں طرف گھنا جنگل
شکار گاہ میں ملتی تھیں نیل گائیں بہت
نکل کے شہر کی جانب بھی آئیں جائیں بہت
تھا ماہِ نیم شبی آسمان پر روشن
ہوائے سرد سے کرنے لگا محل سَن سَن

یہ آدھی رات کو ناوقت شور کیسا ہے
اٹھا جو شاہ اکیدر تو دیکھتا کیا ہے
جوان نیل کوئی فربہ و تروتازہ
کھڑی ہے سینگ اٹھائے قریبِ دروازہ
اٹھا لپک کے شہنشاہ بھاگتا نکلا
محل کو چھوڑ کے صحرا کی سمت جا نکلا
اکیدر آگے تھا، حسّان اس کے پیچھے تھا
شکار کا سروسامان اس کے پیچھے تھا
شکار آیا تھا خود ہی شکار ہونے کو
یہی بہت تھا اسے بے قرار ہونے کو
شکار بھاگ گیا تھا کہاں نظر آتا
بس اک ہجوم دکھائی دیا ادھر آتا
تبوک سے جو چلے تھے وہ جاں نثار تھے یہ
کھلا کہ خالدِ اعظمؓ کے شہسوار تھے یہ
نہ واہمہ تھا نہ حیرت کی بات کوئی تھی
شکار گاہ میں ملنے کی پیش گوئی تھی
رسولِ پاکؐ نے جو کچھ کہا تھا چلتے ہوئے
سبھوں نے دیکھ لیا اس کو سچ میں ڈھلتے ہوئے
نہ فوج آئی نہ کچھ تخت و تاج کام آیا
وہ نیل گائے کہاں، خود ہی زیرِ دام آیا

وہ حادثہ ہوا بھائی کے قتل ہونے کا
لہو میں ڈوب گیا ہر لباس سونے کا
پڑی وہ تیغِ مجاہد کہ آر پار ہوئی
قبائے ریشم و کم خواب تار تار ہوئی
محل رہا نہ کوئی ساز و برگ ساتھ گیا
گناہِ کفر کہ ہنگامِ مرگ ساتھ گیا
ہوا اسیر شہنشاہ دومۃ الجندل
نہ آیا ہرقلِ اعظم نہ کوئی طبل و دہل
جو شاہِ روم کا شہرہ تھا منہ چھپائے رہا
جو آسماں پہ کھڑا تھا وہ سر جھکائے رہا
بس اک اکیدرِ اعظم کہ قید ہو کے چلا
وہ صید کرنے کو آیا تھا صید ہو کے چلا
تبوک میں اسے پیشِ حضورؐ لایا گیا
اسے ہزار جمالِ کرم دکھایا گیا
اسیرِ خُلقِ پیمبرؐ اسے نہ ہونا تھا
کہ سوکھنا تھا سمندر اسے نہ ہونا تھا
اندھیرا ذہن پہ چھایا ہوا تھا صدیوں سے
غرض نہیں تھی اسے ان نئے چراغوں سے
جو شام و روم کے صحرا میں جلنے والے تھے
عرب سے پھیل کے دنیا میں جلنے والے تھے

قبولِ حق پہ اکیدر ہوا نہ آمادہ
بنا رہا یوں ہی نصرانیت کا دلدادہ
پسند کی نہ ہدایت کی روشنی اس نے
ستارے چھوڑ کے مٹی خرید لی اس نے
نظر جھکائے ہوئے اپنی عافیت چاہی
ادائے جزیہ کے بدلے میں سلطنت چاہی
نبیؐ نے صلح کی شرطوں کی پاسداری کی
شکست خوردہ اکیدر کی غم گساری کی
نہ اقتدار ہی چھینا نہ ہی سزائیں دیں
جسے اسیر کیا تھا اسے دعائیں دیں
مصالحت میں بھی کیا شانِ خسروانہ تھی
کہ جو ادائے کرم تھی، پیمبرانہ تھی

☆☆☆
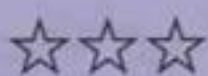
سنہ الوفود

فتحِ مکہ تھی پیمبر گی صداقت کا ثبوت
سامنے آگیا صدیوں کی روایت کا ثبوت
اہلِ مکہ کا عقیدہ تھا بہت پہلے سے
ہر قبیلہ کا یہ کہنا تھا بہت پہلے سے
خانۂ کعبہ کی حرمت نہیں جانے والی
یہاں ظالم کی حکومت نہیں آنے والی
فتحِ مکہ سے ہوئی ان کے بھرم کی تصدیق
اس روایت سے ہوئی جود و کرم کی تصدیق
راستے کھل گئے تسلیمِ نبوتؐ والے
سارے پہلو تھے یہ تصدیقِ رسالت والے
نصرتِ حق کی صدا سارے عرب میں گونجی
دور نزدیک قبیلے جو تھے سب میں گونجی
سربراہانِ گرامی کے وفود آنے لگے
اہلِ شرک آنے لگے اہلِ یہود آنے لگے

شمعِ اسلام کے پروانے ہوئے تھے کتنے
ہوش میں آئے تو دیوانے ہوئے تھے کتنے
دل بدلنے لگے احساسِ ندامت جاگا
روح میں جذبۂ اقرارِ نبوت جاگا
دشت و کہسار میں سب تیغ و سناں پھینک آئے
پھول ہاتھوں میں کھلے تیر و کماں پھینک آئے
بندھ کے زنجیرِ محبت میں سبھی آنے لگے
سوئے دربارِ رسولِ عربیؐ آنے لگے
خُلق نے خلق سے منوالیا لوہا اپنا
کفر صحراؤں میں چھوڑ آیا عقیدہ اپنا
آندھیاں ہار گئیں نورِ یقیں ایسا تھا
دونوں عالم کی بھلائی تھی یہ دیں ایسا تھا
معجزہ تھا کہ پیمبرؐ کی دعا کام آئی
روشنی روح کی پھوٹی تو سرِ عام آئی
معترف ہونے لگے کافر و نصرانی بھی
سادگی دینِ محمدؐ میں تھی، آسانی بھی
زنگ آلودہ سماعت پہ ہوا صیقل سا
ذہن آوارہ، اذانوں سے ہوا جل تھل سا
جس کو بھٹکا ہوا کہتے تھے، نگہباں ٹھہرا
جس کو نظروں سے گرایا تھا، رگِ جاں ٹھہرا

سر جھکائے وہ مدینے کی گلی ڈھونڈتے تھے
ہار کر گوشۂ دامانِ نبیؐ ڈھونڈتے تھے
روشنی پھیل گئی غلبۂ دیں ہونے لگا
دس برس ہوتے عرب زیرِ نگیں ہونے لگا
شام ہجرت کا سفر، صبحِ مبیں تک پہنچا
کاروانِ رہِ حق، علم و یقیں تک پہنچا
سال بھر اتنے وفود آئے کہ تحریر نہ ہو
ختم کرتا ہوں یہ مضمون کہ تاخیر نہ ہو

☆☆☆

حجۃ الوداع

گماں کا دور گیا، سامنے ہے عہدِ یقیں
چمک رہی ہے ستاروں سے بھی زیادہ زمیں
بساطِ کفر کی بازی الٹ گئی یکسر
تمام مشرق و مغرب ہیں نورِ حق کے امیں
چمک رہا ہے افق تا افق جمالِ سحر
بکھر رہی ہے فضا تا فضا شعاعِ حسیں
نمودِ جلوہ سے روشن ہیں انفس و آفاق
الٹ چکا ہے نقابیں جمالِ پردہ نشیں
چھلک رہے ہیں بیاباں مہک رہے ہیں چمن
بتا رہی ہے یہ خوشبو، کھلا ہے پھول یہیں
یہ اضطراب کی راتیں تھیں جاں فزا کتنی
گئیں تو محفلِ جاں میں سکون چھوڑ گئیں
نکھر گئی ہیں فضائیں مگر اداس بھی ہیں
ادھر نہ آئیں گے اب جبرئیلؑ سدرہ نشیں

جو کائنات بھی ہے وجہ کائنات بھی ہے
زمیں پہ آج مکمل ہوا وہ دینِ متیں
خدا کا دور ہے لات و ہبل کا دور گیا
صدی صدی کی رسوماتِ مشرکانہ مٹیں
حرم میں آج لگا حجۃ الوداع کا دن
سمٹ کے سارا مدینہ بھی آ گیا ہے یہیں
حضورؐ باندھ کے احرام جلوہ افگن ہیں
برس رہا ہے اجالا چمک رہی ہے جبیں
مہک رہی ہیں ہوائیں صفا و مروہ کی
کہ آج شامِ بہاراں ہوئی ہے اس کی زمیں
کھڑے ہوئے ہیں صحابہ کرامؓ چاروں طرف
وہ بے خودی ہے کہ کوئی کہیں ہے کوئی کہیں
نظر کے سامنے بابِ حرم کا جلوہ ہے
خدا سے آس لگائے کھڑے ہیں سرورِ دیںؐ
ادا جو ہو چکے عرفات میں مناسکِ حج
حضورِ سرورِ عالمؐ نے یوں دعائیں کیں
کہ دو جہاں مہک اٹھے لبوں کی خوشبو سے
کہ آسماں کے فرشتوں نے بھی کہی "آمیں"
پھر اس کے بعد کھڑے ہو کے، خطبۂ آخر
وہ ایک خطبہ کہ جس کا کوئی جواب نہیں

یہ دن کہ تکملۂ دین کی بشارت ہے
یہ دن کہ اگلے برس بھی تمھیں ملے گا یہیں
کھڑا ہوا مجھے شاید یہاں نہ پاؤ تم
کسی کی عمرِ دو روزہ کا اعتبار نہیں
جہاں پہ چھوڑ کے اب جا رہا ہوں امت کو
میں چھوڑ جاؤں گا قرآن اور حدیث وہیں
عجم کا فرد ہو چاہے عرب کا باشندہ
سب ایک خاک کے پتلے ہیں، ان میں فرق نہیں
کسی کا خون کسی کے لئے نہیں جائز
کسی کی چیز نہیں ہے کسی کی جانِ حزیں
خیالِ حفظِ امانت بہت ضروری ہے
کبھی گناہِ خیانت، بنے نہ داغِ جبیں
نہ کاروبارِ معیشت میں سود لے کوئی
نہ ظلم و جبر سے دابے کوئی کسی کی زمیں
خدا کے بس میں یہ رفتار ماہ و سال کی ہے
کسی کے ہاتھ میں شام و سحر کی ڈور نہیں
یہی عقیدۂ کامل نگاہ میں رکھیو
خدا کا ملک، خدا کا مکاں، خدا کے مکیں
جو کہہ رہا ہوں میں اس کے گواہ رہیو تم
جو تم سے حشر میں پوچھے خدائے عرش بریں

ملا ہے جو بھی مجھے تم کو سونپ جاتا ہوں
مری حیات پہ دنیا کا کوئی قرض نہیں

یہ حرف حرف، بشارت ہے حشر تک کے لئے
حجاز میں نہ رہے گا نشانِ کفر کہیں

نبیؐ کے بعد، کوئی آسرا نہیں قیصرؔ
خدا کے بعد، کوئی ہمدم وانیس نہیں

☆☆☆

وصالِ پاک

سمجھ رہی ہے مشیت بساطِ فکر مری
قلم سکوت زدہ ہے تو کوئی بات نہیں
وصالِ سرورِ عالمؐ پہ یہ سخن ہے بہت
کہ نور سطحِ زمیں پر ہے، شمعِ زیرِ زمیں

☆☆☆

چراغِ حرا

شفیق الدین شارق

فردوسی نے فارسی میں رزمیہ داستانوں پر مشتمل شاہنامہ لکھا۔ اس کے اک طویل عرصہ کے بعد بیسویں صدی کے آغاز میں حفیظ جالندھری نے منظوم شاہنامہ اسلام لکھا جو اردو میں ہے۔ عربی میں ایک طویل قصیدہ بردہ شریف ''الکواکب الدریہ فی المدح خیر البریہ'' کے نام سے شرف الدین ابوعبداللہ محمد بوصیری نے لکھا۔ حفیظ جالندھری سے پہلے محسن کاکوروی نے خوبصورت طویل نعتیہ قصیدے اردو میں برصغیر کے جغرافیائی اور تاریخی تناظر میں لکھے۔ یہ سب طویل نظمیں بہت مشہور ہوئیں۔ عبدالعزیز خالد نے بھی طویل نعتیہ نظمیں اردو میں لکھیں۔ لالہ صحرائی نے ''غزوات رحمۃ للعالمین'' کے نام سے ایک منظوم کتاب اردو میں تحریر کی۔ اسی سلسلے کی زیادہ اہم کڑیاں حالی کی مسدس ''مدوجزر اسلام'' کے نام سے ہے اور علامہ اقبال کی مختلف نظمیں ہیں۔ یہ جو ایک سلسلہ ہے اس سے ذرا مختلف پیر رومی جلال الدین نے فارسی میں ایک طویل مثنوی لکھی جو مثنوی مولانا روم کے نام سے مشہور ہے۔ اور ان کے مرید ہندی علامہ اقبال نے اسرار خودی اور رموز بے خودی کے نام سے دو طویل مثنویاں لکھیں جو اسلامیات اور اسلامی فکر سے متعلق ہیں۔ شیخ سعدی نے ملی جلی نظم و نثر میں گلستان اور مثنوی کی ہیئت میں بوستان لکھی۔ یہ تمام کتابیں زندگی کی اعلیٰ قدروں کو اجاگر کرتی ہیں اور ادب عالیہ برائے زندگی میں شمار ہوتی ہیں۔ نظم کے ساتھ ساتھ ایک حیرت انگیز نثری کاوش جناب ولی محمد رازی کی ہے اور وہ ہے صنعت غیر منقوط میں سیرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔ ان کے علاوہ سیرت حضور پاکؐ پر لکھی گئی کتابیں ایک سے ایک بہتر اور خوب تر نثر میں موجود

ہیں۔ منظوم نعتوں کا تو نہ شمار ہے نہ حساب۔ حسب توفیق تصنیف و تالیف اور تخلیق کا سلسلہ جاری ہے اور جاری رہے گا۔

یہ تمہید اس لئے باندھی گئی ہے کہ حال ہی میں منظوم سیرت نبویؐ کی ایک کتاب منظر عام پر آئی ہے۔ نثر میں تحقیق، تصنیف اور تالیف کے عوامل نمایاں ہوتے ہیں لیکن نظم میں تخلیق کا عمل بطور خاص ظہور پذیر ہوتا ہے۔ یہ عمل جتنا طاقتور، توانا اور متاثر کن ہوتا ہے اتنا ہی نظم کے شاعرانہ اور ادبی معیار کو متعین کرتا ہے۔ طویل موضوعاتی نظمیں ایک وسیع و عمیق مطالعہ اور کلام پر قدرت کا مطالبہ کرتی ہیں۔ چونکہ ان نظموں کا تعلق تخیل محض سے نہیں ہوتا اور نہ صرف تصوراتی ہوتا ہے اس لئے یہاں بات ردیف اور قوافی پر ختم نہیں ہو جاتی۔ سیرت و کردار، واقعات، تہذیب و ثقافت، تاریخی و جغرافیائی اور دیگر کئی عوامل چونکہ اپنے موضوع سے گہرا ربط رکھتے ہیں اس لئے اس میدان میں قدم قدم پر سنبھل کر چلنا پڑتا ہے اس التزام کے ساتھ کہ شاعری اور ادبی تقاضے بھی اس تحریر میں اپنے موضوع کے متوازی رہیں اور شروع سے آخر تک ادبی معیار برقرار رہے۔ یہ اس لئے ضروری ہے کہ جو نظم تخلیق کی جا رہی ہے اس کی ادبی حیثیت مجروح نہ ہونے پائے۔

مندرجہ بالا سطور کی روشنی میں جناب قیصر الجعفری کی کتاب "چراغِ حرا" کا مطالعہ کرنے سے پہلے ہم موصوف ہی سے ملاقات کرتے ہیں۔ اس کتاب کی تخلیق سے پہلے وہ غزل کے شاعر کی حیثیت سے متعارف ہو چکے تھے۔ (۱) رنگِ حنا (۲) سنگ آشنا (۳) دشت بے تمنا۔ یہ تین شعری مجموعے ان کے شائع ہو چکے ہیں۔ (۴) نبوت کے چراغ" کے نام سے ایک نعتیہ مجموعہ بھی آچکا ہے۔ (۵) ان کی کلیات "پتھر ہوا میں پھینکے" کے نام سے ہندی رسم الخط میں چھپ چکی ہے۔ وطن مالوف ان کا الہ آباد، وطن ثانی پرتاب گڑھ اور موجودہ پتہ ان کا 404-B، تنور باغ، کوسہ تھانے (مہاراشٹر)، بھارت ہے۔ مستقل قیام ان کا ممبئی میں ہے۔ وہ ہمیں بتاتے ہیں کہ ایک سفر میں سیرت رسول پاکؐ پر ایک کتاب کے مطالعے کے دوران یہ تحریک ان کے دل میں پیدا ہوئی کہ اس مقدس موضوع پر ایک منظوم کتاب لکھنی چاہئے۔ جس رات کے ابتدائی حصے میں انہیں یہ خیال آیا اسی رات انہوں نے اس کی منظوم تمہید لکھی اور وہی اشعار اس کتاب کی بنیاد

بن گئے۔ اس خوبصورت کتاب کا نام ''چراغِ حرا'' ہے۔ یہ کتاب ادارہ ادب اسلامی، ہند، ۲۳۰۷ بارہ دری، بلی ماران، دہلی-۶-۱۱۰۰۰ نے شائع کی ہے۔ ۲۴۸ صفحات کی اس کتاب کی قیمت فی الوقت ۸۰/روپئے ہے۔

خیال یہ تھا کہ عوام کو حضورؐ کی سیرت سے بڑے پیمانے پر روشناس کرانے کے لئے اس کو منظوم کر کے پیش کیا جائے تو بہت مفید ہوگا۔ ان میں سے جو صاحب شاعر سے رفاقت و محبت کا ایک طویل تعلق رکھتے تھے انھوں نے شاعر تک یہ بات پہنچائی۔ یہ تحریک داخلی بھی تھی اور بیرونی بھی۔ وہ آمادہ ہو گئے۔ نہ کوئی محمود غزنوی تھا نہ کوئی فردوسی، نہ دنیوی انعام واکرام کا لالچ نہ خالصتاً دنیوی شخصیات کا تذکرہ۔ ایک پاکیزہ جذبے اور مقدس احساس نے اس تحریک کو تقویت بخشی اور ایک سال میں دو ہزار ستہتر (۲۰۷۷) اشعار پر مشتمل ایک طویل نظم مکمل ہوگئی۔ یہ نظم کتاب کے ۱۸۵ صفحات پر محیط ہے۔ اِس شاہنامے کا انعام شاعر کے نامہ اعمال میں درج ہو گیا۔ آخرت میں اس کا ملنا یقینی ہے اور عین ممکن ہے کہ دنیا میں بھی شاعر اس انعام کے کچھ حصے سے نوازا جائے جو اس کے لئے سکینت کا باعث ہو اور اس کے ایمان کو مضبوط تر کرنے کا وسیلہ ہو۔

اس کتاب میں پچپن عنوانات قائم کئے گئے ہیں۔ عنوانات کے بارے میں قیصر الجعفری کا کہنا ہے کہ ''کسی عنوان کے تحت جو کچھ لکھا گیا ہے اس میں بہت سی ایسی چیزیں آ گئی ہیں جو بظاہر اس عنوان سے تعلق نہیں رکھتیں۔ دوسرے موضوع بھی آ گئے ہیں لیکن اس سے اسوۂ رسولؐ کے کتنے ہی گوشے اجاگر ہو گئے ہیں جو تاریخی حوالوں میں معتبر ہوئے ہیں۔''

واقعات کے بارے میں بھی ہم شاعر ہی سے رجوع کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں ''کہیں تفصیل سے کام لیا گیا ہے اور کہیں اختصار سے مگر ہر جگہ تشریحی اور تجزیاتی رنگ اختیار کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔''

اس طویل نظم کے اسلوب اور زبان و بیان کے بارے میں ان کی وضاحت یوں ہے۔

''اس طویل مثنوی پر غزلیہ طرزِ فکر اور اسلوب ادا کا نظر آنا حیرت کی بات نہ ہوگی کہ غزل کہتے عمر گزری ہے مگر یہاں شاعری نے ایک سچے موضوع پر سچائی کا سفر

کیا ہے۔ زبان و بیان پر بڑی توجہ دی ہے مگر، کہاں کہاں لغزش ہوئی ہے مجھے معلوم ہے اہل نظر سے چھپنا محال ہے۔ قوافی کے تعلق سے کوتاہی ہوئی ہے اور بھی کوتاہیاں اور کمزوریاں ملیں گی جس کا مجھے اعتراف ہے۔"

تخلیق کار کی نثری سطور کے بعد کتاب کا منظوم ابتدائیہ ہے جو شاعر کے قلبی اور روحانی جذبات سے لبریز ہے۔ اس میں جو سرشاری کی کیفیت ہے وہ خیالی نہیں، عین حقیقت پسندانہ ہے۔ یہ کیفیت جو ابتدائیہ سے پھوٹی، پوری نظم پر چھا گئی ہے۔ اگر ہم نعت سے صرف شاعرانہ اسلوب میں مدحت رسولؐ سے مراد لیں تو بھی یہ کتاب نعت کی ایک اہم اور قابل ذکر کتاب ہے۔ جس میں نعت کے مختلف پہلو سیرت رسولؐ اور حیات نبویؐ کے واقعاتی جائزے سے اخذ کئے گئے ہیں اور بیان کئے گئے ہیں۔ البتہ اس بات کا ضرور خیال رکھا گیا ہے کہ نظم اختصار چاہتی ہے اور دریا کو کوزے میں بند کرتی ہے۔ اسلئے واقعات کو زیادہ تفصیل سے بیان نہیں کیا گیا ہے۔ تفصیل کے لئے سیرت رسول اکرمؐ پر بہت سی نثری کتابیں موجود ہیں جو پڑھی جانی چاہئیں۔ مثلاً قاضی سلیمان سلمان پوری، شبلی نعمانی، سید سلیمان ندوی، حسین ہیکل، صفی الرحمن مبارکپوری وغیرہم کی کتابیں۔ "چراغِ حرا" نظم ہونے کی وجہ سے کچھ اور ہی چیز ہے۔ اس کے شاعرانہ اسلوب میں حالات وواقعات کے علاوہ جس خصوصیت کو ہم شعریت کہتے ہیں اس سے ہم اس کتاب کے ہر صفحے کو مالا مال پاتے ہیں۔

اس کتاب کا ابتدائیہ ۱۴۳ اشعار پر مشتمل ہے۔ اس میں سے چند اشعار:

منزل جاں کا سفر در بدری میں گزرا — جو بھی گزرا وہ عجب بے خبری میں گزار
کوچۂ فن میں بڑی گرد اڑائی میں نے — تھک گئے پاؤں مگر راہ نہ پائی میں نے
پھر بھی اک نور رسالت کہ خیالوں میں رہا — میں اندھیروں میں رہا، ذہن اجالوں میں رہا

نظم کی اٹھان میں جو روانی اور سلاست ہے قابل توجہ ہے۔ آگے چل کر کہتے ہیں:

سیرت احمد مختارؐ مجھے لکھنی ہے — مدحت سید ابرارؐ مجھے لکھنی ہے
رنگ سوکھے ہوئے پھولوں میں سمونا ہے مجھے — اپنے اشعار میں صدیوں کو پرونا ہے مجھے
ایک اک لفظ کو آئینہ بنادوں یارب! — جو تصور میں ہے کاغذ پہ بچھادوں یارب!

تیرے محبوبؐ کی مدحت میں قلم اٹھا ہے | میرے ویرانے میں اک ابر کرم اٹھا ہے
ذہن میں کس گل نورس کا خیال آیا ہے | کس کی خوشبو ہے جو کاغذ میں جمال آیا ہے
کوئی جلوہ نہ ہو آنکھوں میں مدینے کے سوا | اور کچھ کام نہ ہو عشق میں جینے کے سوا

یہ پورا ابتدائیہ ذوق وشوق کی ایک نہر ہے جو رواں ہے۔ آب رکناباد اس کے آگے کیا ہے اور کہاں ہے۔ اس میں عقیدت اور عقیدہ دونوں موجزن ہیں۔ اس میں جو جذبہ کارفرما ہے وہ ہمیں نعیم صدیقی کے نعتیہ مجموعے ''نور کی ندیاں رواں'' کی یاد دلاتا ہے۔ یہ ابتدائیہ چراغِ حرا کا ایک بہت خوبصورت تعارف ہے۔

مجھ سا انسان بھی توصیف پیمبرؐ لکھے | ایک قطرے کی یہ جرأت کہ سمندر لکھے
شعر اترتے ہیں، یہ الہام نہیں تو کیا ہے | ہاں، یہ انعام پہ انعام نہیں تو کیا ہے
جب قلم کھردرے کاغذ پہ رواں ہوتا ہے | مجھ کو جبریلؑ کے اڑنے کا گماں ہوتا ہے

نعت لکھنے کی خواہش کو اور اس لکھنے کے عمل کو متعدد شعراء نے نظم کیا ہے لیکن اس ابتدائیے میں لکھنے کی بات جس طرح آئی ہے وہ منفرد ہے اور قیصر الجعفری ہی کا حصہ ہے۔ اس میں احساس کے شعلے ہیں تو آنسوؤں کی نمی بھی ہے۔ اس میں جذباتی فضا کی کیفیت بھی ہے اور تازہ تازہ لہو کی حرارت بھی۔ اس میں دیدہ وری بھی ہے اور جگر کاری بھی۔ اس میں تنہائی کی بزم آرائی بھی ہے اور مضامین کے نزول کی سعادت افزائی بھی۔ بزم رسالت مآب میں اشعار کا دفتر یوں کھلا ہے گویا گنجینۂ گوہر کا در کھل گیا ہے۔ بقول غالب ''ہے خیال حسن میں حسن عمل کا خیال'' جب حیات انسانی میں راز ہستی سرتاسر کھل جائے اور حیات بشری کو جنت کا نمونہ بنا دینے والے کا تذکرہ ہو تو گور کے اندر خلد کا در کھلنے کی بات تو بعد کی بات ہے، پہلے فرش زمیں پر ہی وہ منظر نگاہوں کے سامنے کھل جاتا ہے۔ جو فردوس نظر بن جاتا ہے۔ ''چراغ حرا'' کا ابتدائیہ پڑھ کر قاری اس میں چھپی والہانہ شیفتگی سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ایسی شاعری میں یہ مجموعی کیفیت اس وقت تک نہیں آ سکتی جب تک کہ ملہم غیب خود ہی کسی شاعر کو تلمیذ الرحمن کے منصب کا اہل قرار نہ دے دے۔ یہ صرف شاعری نہیں ہے اس سے آگے بھی بہت کچھ ہے۔ قیصر الجعفری اپنی اس کاوش کی وجہ سے بے شمار نعت گو شعراء سے بازی لے گئے ہیں اور

ہم سب کے لئے قابل رشک ہیں۔ انگلیاں بے شک شاعر کی ہیں لیکن ہنر خود بول رہا ہے کہ وہ کس کا ہے۔ یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے۔

ابتدائیے کے بعد کتاب ''درود ابراہیم'' سے شروع ہوتی ہے۔ اس حصے میں دور ابراہیمی کی عکاسی ہے۔

آؤ نظارہ کرو عہد براہیمیؑ کا سامنے دور ہے نمرود کی نمرودی کا
وہ جہنم جسے نمرود نے بھڑکایا تھا سرِ دامان نبوت بھی نہ چھو پایا تھا
کھل اٹھے آگ کے شعلے بھی گلستاں کی طرح پھول برسائے ہواؤں نے بہاراں کی طرح

یہ حصہ اقبال کے اس مصرع کی تشریح ہے ''کود پڑا آتش نمرو میں عشق'' اور قرآن کریم کی سورۃ الانبیاء کی آیت نمبر ۶۹ کی تفسیر ہے۔ ہم نے کہا اے آگ ٹھنڈی ہوجا اور ابراہیمؑ کے لئے سلامتی بن جا۔'' اس کے علاوہ ان کے اپنے لختِ جگر حضرت اسماعیلؑ کو شیر خوارگی کے عالم میں اپنی اہلیہ بی بی ہاجرہ کے ساتھ بے آب وگیاہ صحرا میں چھوڑ دینے اور بعد میں ان کے ذبح کے واقعہ کو نظم کیا گیا ہے۔

غیر ذی زرع زمیں کیسے ہوئی ہے آباد کس کے ہاتھوں پڑی اللہ کے گھر کی بنیاد
صرف تعمیل مشئیت میں سفر کیسے ہوا ایک معصوم کا جنگل میں گزر کیسے ہوا
باپ نے چھوڑ دیا لختِ جگر کو کیسے ماں نے صحرا میں بسایا نئے گھر کو کیسے
ان کے دن کیسے کٹے دشت کی تنہائی میں خون دل کتنا جلا اس چمن آرائی میں

بیٹے کی قربانی کا ذکر بھی اس بات میں ہے۔ یہاں شاعر نے ڈرامائی اسلوب اختیار کیا ہے۔ بیٹے کے ذبیحہ کے واقعے کو پہلے بیان کیا ہے اور اور حکم الٰہی کی تعمیل میں بیوی بچے کو اللہ کے سپرد کرنے کے واقعے کا بعد میں۔ واقعاتی لحاظ سے یہ ترتیب درست نہیں لیکن جس انداز اور جس فکری پہلو سے یہ ترتیب بدلی گئی ہے وہ اس لحاظ سے ہے کہ ترتیب وار بیانیہ انداز شاید یہاں وہ اثر مرتب نہ کر پایا جو شاعر کا مقصود ہے۔ اس نظم میں صرف وقائع نگاری ہی مقصود نہیں ہے بلکہ اس سے مطلوبہ نتائج کا حصول بھی ہے۔ اس اندازِ نگارش اور اسلوبِ بیان نے اس کتاب کی شاعری کو ادبی معیار اور شعری بلند مقامی عطا کر دی ہے۔ البتہ ایک اعتراض

یہاں کیا جا سکتا ہے۔ اسماعیل یا اسمٰعیل کی میم کو الف کے ساتھ نہیں بلکہ بالفتح نظم کیا گیا ہے۔ راقم الحروف کی رائے میں شاعر اس کے لئے مجبور نہیں تھے۔ مزید توجہ کی ضرورت تھی۔ قدرت کلام انہیں حاصل ہے۔

اس کے بعد والا عنوان ہے ''چشمۂ زمزم'' یہ سب جانتے ہیں کہ چشمۂ زمزم کیسے وجود میں آیا۔ وہ ریگستان کا منظر، پانی کی نایابی، دھوپ کی شدت، حضرت بی بی حاجرہ کا ایک پہاڑی سے دوسری پہاڑی تک دوڑ دوڑ کر جانا اور آنا، پانی کیلئے بچے کی طلب، خود حضرت ہاجرہ کی پریشانی۔ ان سب کی ایک ایسی تصویر کشی ان اشعار میں ہے جو اپنی جگہ مکمل ہے۔ نظم کو پڑھئے تو پورا منظر سامنے آجاتا ہے۔ آسمان کے چہرے کا جھلسنا، شعلوں کا زمین پر برسنا، نظر کے پاؤں کا جلنا، نہ ابر نہ پرندے، صرف صحرا کی گرم ہوا کے جھونکے، کہیں کوئی سایا تک نہیں۔ قاری یہ سب چشم تصور سے دیکھتا ہے۔ یہاں تک کہ محسوس بھی کرتا ہے۔ اور جب ساری شدتیں بی بی ہاجرہ اور ان کے معصوم بچے ننھے اسماعیل پر گزر جاتی ہیں تو اللہ تعالیٰ کا کرم یوں نمودار ہوتا ہے:

اتر کے آتے ہی بچے کو کھیلتا دیکھا — خیال میں بھی نہ آئے وہ معجزہ دیکھا
کہ اس کی ایڑی سے پانی کی دھار جاری ہے — زمیں کی کوکھ سے اک آبشار جاری ہے
فضا تمام چھلکتی ہوئی دکھائی پڑی — سکوت دشت میں آواز یہ سنائی پڑی
ہوائے چشمۂ زمزم کو عام کرتے ہیں — ہم اس کے فیض کو دنیا کے نام کرتے ہیں
یہ سعیٔ ہاجرہ ہے، رائیگاں نہ جائے گی — اس آستانے پہ تاریخ سر جھکائے گی

اس کے بعد ''دورِ جاہلیت'' کا حال رقم کیا گیا ہے۔ اصحاب فیل کے واقعے پر اختتام کے بعد ''آمد'' کے عنوان سے ولادت مبارکہ کا ذکر ہے۔ ''آمد'' کے دوسرے حصے کا عنوان ''طلوعِ سحر'' ہے۔ پہلے حصے کے چند اشعار:

صبح صادق کے دھندلکوں سے سحر جھانکتی تھی — نور ہی نور تھا جس سمت نظر جھانکتی تھی
ڈوبنے والے ستاروں سے فضا تھی روشن — پرتو مہر کے آنے کی صدا تھی روشن
آسمانوں پہ فرشتوں کے پرے پھرتے تھے — اپنے دامن میں اجالوں کو بھرے پھرتے تھے

ریگ صحرا کو بھی شبنم نے بھگو رکھا تھا — رات نے خود کو کھجوروں میں سمو رکھا تھا

روشنی عرش کی مکے کے در و بام پہ تھی — منزل بعثت نبیؐ سامنے دو گام پہ تھی

آمنہؓ مرحلۂ درد میں آرام سے تھیں — حجلۂ قدس میں حوریں بھی سرِ شام سے تھیں

بغیر لفاظی کے کتنا خوبصورت انداز بیان ہے۔ البتہ مندرجہ بالا دوسرے شعر کے پہلے مصرع میں ''ڈوبنے والے'' کے الفاظ غیر مناسب معلوم ہوتے ہیں۔ ان کے بجائے ''صبح کے وقت'' کے الفاظ لکھ دیئے جائیں تو یہ سقم دور ہو جاتا ہے۔ ولادت کے بعد چوبیس اشعار ایسے ہیں جن کا ہر پہلا مصرعہ ''وہ محمدؐ'' اور ہر دوسرا مصرعہ ''وہ نبیؐ'' سے شروع ہوتا ہے۔ ان کا ایک ایسا تسلسل ہے جیسے ابر کرم کی جھڑی لگی ہوئی ہے۔ پڑھیے اور جھومئے۔ جھومئے اور پڑھیے۔ ان چوبیس اشعار میں آئندہ پیش آنے والے وقعات کی طرف بھی لطیف اشارے ہیں۔

وہ محمدؐ کہ صحیفوں کی خبر تھی جس کی — وہ نبیؐ عالم فردا پہ نظر تھی جس کی

وہ محمدؐ جسے صحرا کی اذاں ہونا تھا — وہ نبیؐ جس کو زمانے کی زباں ہونا تھا

وہ محمدؐ جسے ظلمات کو سر کرنا تھا — وہ نبیؐ جس کو ستاروں میں سفر کرنا تھا

وہ محمدؐ جسے تکمیل خودی کرنی تھی — وہ نبیؐ جس کو روایت شکنی کرنی تھی

وہ محمدؐ کہ دل و جاں میں تھا ڈیرا جس کا — وہ نبیؐ وقت سے آگے تھا پھریرا جس کا

وہ محمدؐ کہ سبھی سلطنتیں جس کی تھیں — وہ نبیؐ عشق کی سب مملکتیں جس کی تھیں

پھر؟

پھر اس کے بعد نئے طور آشکار ہوئے — پھر اس کے بعد چراغِ حرا ہوا روشن

''سراپائے رسول'' بھی عام انداز سے بالکل ہٹ کر ہے۔ جس طرح ''آمد رسول'' میں طرز بیان کی تازگی ہے اسی طرح سراپائے رسولؐ کے ذکر میں بھی ایک ایسی شگفتگی ہے جو عطر بیز بھی ہے اور روشن بھی۔

حیات طیبہ اور سیرت رسولؐ سے متعلق جن خاص خاص سوانح اور وقائع کو شاعر نے اپنی فکر کے لئے منتخب کیا ہے ان میں سے چند یہ ہیں: سعدیہ حلیمہ، مکہ نامہ، کعبہ کی تعمیر نو، حرا، اعلان نبوت، شعب ابی طالب، بیعت عقبہ اولیٰ، وادیٔ طائف، شب معراج، بیعت عقبہ ثانی،

مدینہ کا پس منظر، ہجرت، مدینہ میں انتظار رسولؐ، مدینہ میں دار القیام، مسجد وادی، مسجد نبویؐ، اذان، عائشہ صدیقہؓ، حدیبیہ کا سفر، سفر مکہ، بیعت رضوان، صلح حدیبیہ، سنہ الوفود، حجۃ الوداع اور وصال مبارک۔ غزوات میں معرکۂ بدر اور اسیران بدر، غزوۂ قینقاع، غزوہ سویق، جنگ احد، غزوہ خندق، جنگ بنی قریظہ، غزوۂ خیبر، غزوۂ موتہ، فتح مکہ، غزوۂ حنین اور غزوۂ تبوک۔ ان کے علاوہ شہیدان رجیع، بیرٔ معونہ اور مسجد ضرار جیسے موضوعات بھی شامل ہیں۔ عمرۃ القضا، زوال قیصر و کسریٰ اور انقلاب اسلام جیسے عنوانات ان کے علاوہ ہیں۔ یہ تمام عناوین اس لئے ذکر کئے گئے ہیں کہ ان سے شاعر کے تاریخی شعور، اس کی فکری حدود اور اسلامی انقلاب سے متعلق اس کے تہذیبی و تمدنی ادراک اور نظریات کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ ان تمام موضوعات کو شاعری کا پیرایہ دینا اور ایسی شاعرانہ طرز بیان اختیار کرنا جیسی کہ اس کتاب میں ہے ہر کس و ناکس کے بس میں نہیں۔ اس کے لئے جذبۂ صادق کی جو گہرائی اور احساس واثق کی جو گیرائی چاہئے وہ قدرت نے قیصر الجعفری کو فراوانی کے ساتھ عطا کی ہوئی ہے۔ ان خوبیوں کی موجودگی میں قاری خود بخود شاعر کے ساتھ ہو لیتا ہے اور تاریخ کے جھروکوں میں بیان کی پوری پوری لطافتوں کے ساتھ جھانکتا ہے۔ البتہ حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کے واقعے کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ اس اہم واقعہ کی کمی کتاب میں محسوس ہوتی ہے۔ بہر حال رسول اکرم اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ نے قبولیت اسلام اور اس کے فروغ کے سلسلے میں جو تکالیف اٹھائیں اور جو اذیتیں برداشت کیں ان کی مثال نہیں ملتی۔ اسلام دشمن قوتوں نے جو ناپاک منصوبہ بندیاں کیں ان سے جہاد کا جواز پیدا ہوا۔ ''غزوات کا پس منظر'' میں شاعر نے وہ تمام عوامل بیان کر دیئے ہیں جن کی وجہ سے غزوات اور سرایے پیش آئے۔ کہتے ہیں:

معاشرے کو برائی سے پاک کرنا تھا — منافرت کے گریباں کو چاک کرنا تھا
جہاں کو رشتۂ توحید میں پرونا تھا — جبین وقت سے صدیوں کا داغ دھونا تھا
کہاں ہیں وقت کے آثار دیکھنے والے — کرم بھی دیکھ لیں تلوار دیکھنے والے
فساد خون کو نشتر بہت ضروری ہے — ستم کی کاٹ کو خنجر بہت ضروری ہے

اس ضمن میں ''فتح مکہ'' کا حصہ سب سے بڑا ہے۔ یہ ایک سو چار اشعار پر مشتمل ہے۔

اس کا آخری شعر ہے۔

سارا غرور اہل ستم خاک ہوگیا　　　آلائشوں سے صحنِ حرم پاک ہوگیا

کتاب کا آخری حصہ ''حجۃ الوداع'' ہے۔ یہاں تک پہنچتے پہنچتے شاعر کے قلم پر ایک سال کا عرصہ گزر جاتا ہے۔ نظم میں وقت کی یہ مسافت اگر زیادہ نہیں تو کچھ کم بھی نہیں۔ یہاں قاری کو محسوس ہوتا ہے کہ شاعر کا قلم کچھ تھک گیا ہے۔ اسے آرام کی ضرورت تھی۔ لیکن یہ وہ راہ تھی جہاں ٹھہرنا محال تھا۔ اشہب شوق کو منزل قریب دکھائی دے رہی تھی۔ ذہن کی تازگی چونکہ برقرار تھی اسلیئے سفر جاری رہا۔ تاہم ذوق مطالعہ کو یہاں تشنگی محسوس ہوتی ہے۔ بیان کے لئے کچھ اور وسعت چاہئے تھی۔ اس کے لئے تیس اشعار کافی نہ تھے۔ حجۃ الوداع کا سفر، مناسک حج کی ادائیگی، وحی الٰہی کا نزول، حضرت صدیق اکبرؓ کا اس موقع پر نزاکت کو سمجھ لینا اور وہ عظیم خطبہ جو مختلف ٹکڑوں میں دیا گیا اور ہم تک ایک مربوط خطاب کی صورت میں پہنچا۔ ان تمام باتوں کو قدرے تفصیل سے بیان کرنے کی ضرورت تھی۔ یہاں اختصار نے ہمیں اللہ کے آخری نبیؐ اور رسولؐ کی حاضری میں رہنے اور آپؐ کی مشایعت کے لئے وقت کم دیا ہے۔ ہم آپؐ کے خطاب کو بھی پورے طور پر سننے سے محروم رہے۔ اس موقع پر کئی اشارے ہاتف غیبی نے دیئے کہ آپؐ دنیا سے پردہ فرمانے والے ہیں لہٰذا ہمیں حاضری میں رہنے کے لئے مزید وقت ملنا چاہئے تھا۔ اگر چہ یہ بات بالکل درست ہے کہ:

یہ حرف بشارت ہے حشر تک کے لئے　　　حجاز میں نہ رہے گا نشان کفر کہیں

نبیؐ کے بعد کوئی آسرا نہیں قیصر　　　خدا کے بعد کوئی ہمدم و انیس نہیں

سب سے آخر میں ''وصال پاک'' کے عنوان سے دو شعر ہیں۔ انہیں پر اس طویل نظم کا اختتام ہوتا ہے

سمجھ رہی ہے مشیت بساط فکر مری　　　قلم سکوت زدہ ہے تو کوئی بات نہیں

وصال سرور عالمؐ پہ یہ سخن ہے بہت　　　کہ نور سطح زمیں پر ہے شمع زیر زمیں

''چراغ حرا'' ایک طویل مثنویہ نظم ہے۔ اس میں مثنوی کی روایتی بحر استعمال نہیں کی گئی ہے۔ یہ جن عنوانات اور موضوعات کا احاطہ کرتی ہے ان کے لئے ایک چھوٹی بحر کا استعمال غالباً ممکن نہ ہوتا۔ لہٰذا اس نظم کے لئے تین اوسط بحریں استعمال کی گئی ہیں۔ طویل بحریں بھی

اکتاہٹ پیدا کرنے کا سبب بن جاتیں۔ جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا ہے یہ شاعری مثنوی کی ہیئت میں ہے البتہ دو استثنائی صورتیں ہیں۔ ایک ''طلوعِ سحر'' جو مندرجہ ذیل مطلع سے شروع ہوتی ہے اور آخر تک ردیف وقوافی کے التزام کے ساتھ ہے۔

پھر اس کے بعد سمک تا سما ہوا روشن   پھر اس کے بعد رخ مصطفیٰ ہوا روشن

''حجۃ الوداع'' میں ردیف نہیں ہے صرف قافیہ ہے۔ اس مطلع سے اس کا آغاز ہوتا ہے:

چمک رہی ہے ستاروں سے بھی زیادہ زمیں   گماں کا دور گیا سامنے ہے عہد یقیں

آخر تک قافیہ کا التزام ہے۔

''چراغ حرا'' ماہتاب نبوت اور آفتاب رسالت بن کر ابھرا۔ اس کی روشنی سے جاہلیت، جہالت اور کفر و شرک کی تمام تاریکیاں دور ہو گئیں۔ آپؐ کی بعثت نے جو اسلامی انقلاب برپا کیا اس کی مثال دنیا میں کہیں نہیں ملتی۔ جو لوگ اس انقلاب سے بے بہرہ رہے اور ذہنی اور قلبی طور پر بے تعلق رہے ان کی بے نصیبی بلکہ بد بختی میں کسے شک ہو سکتا ہے۔ آج بھی کتنے ہیں جو غیر اسلامی نظریات اور غیر اسلامی طرز حیات کو اپنانے ہی میں اپنے لئے فخر کی بات سمجھتے ہیں۔ وہ حق اور حقیقت کی راہ کو بلاشبہ نہیں پہچانتے۔ ازل سے ابد تک اللہ تعالیٰ کی تمام نوری، ناری اور خاکی مخلوقات میں عظیم ترین شخصیت سے جس کو ذہنی، قلبی، جذباتی اور محسوساتی لگاؤ نہیں وہ انسانیت کے اعلیٰ ترین مقام کو کیسے سمجھ سکتا ہے۔ سیر و تواریخ کی تمام کتابیں یہی سمجھاتی ہیں۔ نعت نگاری کے تمام پہلو اسی بات کا ذکر کرتے ہیں۔ زیر مطالعہ کتاب ''چراغِ حرا'' کی خوبصورت اور انسانیت آموز شاعری بھی اسی آفاقی نکتے کی وضاحت کرتی ہے۔ یہ محض اتفاق ہے کہ معروف شاعر اور ماہر فنِ عروض جناب شوکت الہ آبادی کے نعتیہ مجموعے کا نام بھی ''چراغِ حرا'' ہے۔ لیکن یہ حیرت کی بات نہیں۔ یہ ضرور ہے کہ قیصر الجعفری کی ''چراغِ حرا'' رسول اکرمؐ کی پوری حیات طیبہ کا احاطہ کرتی ہے اور سیرت رسولؐ کو مختلف عنوانات کے تحت تفصیل سے بیان کرتی ہے جو عام نعت نگاری میں اس طرح ممکن نہیں۔ پھر؟

پھر اس کے بعد چراغ حرا ہوا روشن   پھر اس کے بعد نئے طور آشکار ہوئے

تمام مکہ نبیؐ کی صدا سے روشن ہے　　سیاہ رات چراغ حرا سے روشن ہے

سوانح ووقائع کے علاوہ نعت کا جو ایک عام تصور ہے اس کے مطابق بھی اس نظم میں بے شمار خوبصورت اور شعریت سے بھرپور اشعار ہمیں پڑھنے کو ملتے ہیں۔ ذہن تازہ ہو جاتا ہے۔ دل کھل اٹھتا ہے اور روح جھوم جاتی ہے۔

جہاں زبان پہ نام حضورؐ آتا ہے　　تو اہل عشق کے چہرے پہ نور آتا ہے

رسولؐ دعوت اسلام لے کے آئے تھے　　زمیں پہ امن کا پیغام لے کے آئے تھے

پہلا شعر عقیدتوں، محبتوں اور اطاعتوں کے تمام پہلوؤں پر محیط ہے تو دوسرا شعر انسانی زندگی میں حسن وخیر کے تمام مفاہیم کو بسیط ہے۔ پوری نظم ایک نہایت اہم شعری تخلیقی کاوش ہے اور ایک روشن روشن پاکیزہ فضاء کی حامل ہے۔ یہ ہر لحاظ سے سراہے جانے کی مستحق ہے۔

اس نظم کا جو بہاؤ ہے اس میں ایک ایسی دلکشی اور دل آویز کیفیت ہے جو بہت کم دیکھنے میں آتی ہے۔ مثال کے طور پر "سعدیہ حلیمہ" کے عنوان والے حصے کے چند اشعار:

آمنہ کی جو محمدؐ پہ نظر پڑتی تھی　　چاندنی ان کی نگاہوں میں اتر پڑتی تھی

ان کی انگنائی میں چمکا تھا ستارا ایسا　　چشم آفاق نے دیکھا نہ دوبارہ ایسا

بچپنا دوسرے بچوں سے جداگانہ رہا　　کھیل اور کود سے ہر چیز سے بیگانہ رہا

جانے کس دور سے یہ رسم چلی آتی تھی　　خادمہ دودھ پلانے کو رکھی جاتی تھی

پرورش کرتی تھیں بچوں کی جو ماؤں کی طرح　　لوریاں جن کی مہکتی تھیں دعاؤں کی طرح

دور ونزدیک سے آتا تھا قبیلہ ان کا　　تھا یہی ایک گزارے کو وسیلہ ان کا

آمنہ سے، کوئی کیا دیکھ کے سودا کرتا　　کون بن باپ کے بچے کی تمنا کرتا

یہ سعادت تھی حلیمہؓ کے قبیلے کے لئے　　یہ گل نو تھا بنی سعد کے ٹیلے کے لئے

سال دو سال گزاریں انہیں بے گانوں میں　　بکریاں جا کے چرائیں وہ بیابانوں میں

سعدیہ گود میں انوار سحر لے کے گئیں　　مل گئی دولت کونین تو گھر لے کے گئیں

رزق کی راہ گزر ہی سے فراوانی ہوئی　　راستے میں انہیں یہ دیکھ کے حیرانی ہوئی

دودھ چھاتی سے چھلکنے لگا زمزم کی طرح　　مامتا دل پہ برسنے لگی شبنم کی طرح

ناقۂ مردہ کی رفتار بھی یوں تیز ہوئی ریگزاروں کی مسافت بھی دل آویز ہوئی
خود پہ جب دائی حلیمہ کی نظر جاتی تھی آنکھ معصوم کے چہرے پہ ٹھہر جاتی تھی
پھول برساتی ہوئی بادِ مراد آتی تھی دیر تک آمنہ خاتون کی یاد آتی تھی
گود میں ان کی امانت تھی سفر جاری تھا جھومتی جاتی تھیں وہ عالم سرشاری تھا
گھر جو پہنچیں تو وہاں بھی یہی اندازہ ہوا درودیوار کو دیکھا تو یقیں تازہ ہوا

یہ روانی اور یہ آمد کیا زمزم کے چشمے کی طرح سے نہیں ہے؟ ایسی مثالوں سے پوری کتاب بھری ہوئی ہے۔

ایک مثال ''اذان'' کی ہے۔ اس عنوان کے تحت جس توانا جذبے اور طاقتور آواز سے اذان دی گئی ہے وہ ان اشعار کے قاری کی سماعت میں گونجتے ہیں اور انہیں الفاظ میں جو خالق کائنات کے قرار دیئے گئے اس کے اپنے گھروں کے میناروں سے اس کے اپنے مقررہ الفاظ میں بلند ہوتے ہیں۔ یہ آوازیں نہ صرف چاروں طرف پھیل جاتی ہیں۔ بلکہ اللہ کے بندوں کو ان گھروں کی طرف بلاتی ہیں۔ آؤ صلاۃ کی طرف، آؤ فلاح کی طرف، ذہن ہی نہیں دل بھی شاعر کے ساتھ ہولیتا ہے اور بے اختیار اپنی بندگی کے اظہار کے لئے بے تاب ہوجاتا ہے۔ قیصر الجعفری کے اپنے الفاظ میں اس اذان کی کشش دیکھئے۔ چند اشعار

اذان روح کی پرواز دل کی دھڑکن ہے اذان ارض و سما کی صدائے روشن ہے
اذان اوج ثریا کا اہتمام سفر اذان مشرق و مغرب، اذان شام و سحر
اذان موسم گل ہے اذان موجِ صبا اذان ذوقِ عبادت، اذان حرفِ دعا
اذان عشقِ خدا ہے، اذان عشقِ نبیؐ اذان بادۂ وحدت، اذان تشنہ لبی
اذان آئینہ خانہ، اذان آئینہ اذان ہفت سماوات کے لئے زینہ
اذان لحن بلالی، اذان نغمہ جاں اذان صبح تقدس، اذان شام اماں
لکھوں جو وصف تو کاغذ میں جان آتی ہے مرے قلم سے صدائے اذان آتی ہے

کتاب کا جو صفحہ بھی کھولئے، کانوں میں رس گھولتا ہے۔ جس عنوان کے تحت جو اشعار ہیں انہیں پڑھئے تو اس میں شاعر تو کیا لحن داؤدی بولتا ہے۔

البتہ کہیں کہیں ایسے اشعار بھی سرزد ہو گئے ہیں جن پر نظر ثانی کی ضرورت ہے۔ مثلاً ''حرا'' کے حصے میں اک شعر ہے

یہ نور دامن مریم کو دھونے والا تھا　　یہ نور لاشۂ عیسیٰ پہ رونے والا تھا

پہلا مصرع درست، دوسرا بے معنی ہے۔ لاشۂ عیسیٰ غیر قرآنی بات ہے۔ اس کو بدلنے کی ضرورت ہے۔ اسی طرح ''شعب ابی طالب'' کے حصے کا آخری شعر ہے

روشنی چھوڑ کے یہ دور اذیت گزرا　　غم کا بادل تھا مگر چاند کی صورت گزرا

یہ ابہام کی مثال۔ بظاہر شعر خوبصورت ہے لیکن معنی آفرین نہیں۔ ''دور اذیت گزرا'' اور ''صورت گزرا'' کے پہلے مصرعوں کو مکمل کرنے کے لئے موزوں اور مناسب الفاظ کی ضرورت ہے۔ جو اس صورت حال کو سمیٹیں کیونکہ یہ شعر اس حصے کا آخری شعر ہے۔ لیکن طویل نظموں میں ایسی خامیاں خارج از امکان نہیں ہوتیں۔ اگر تنقیدی نگاہ ڈالی جائے تو دور کی جاسکتی ہیں۔ تاہم بے شمار خوبیوں کے مقابلے میں ایسی چند خامیاں نظر انداز کی جاسکتی ہیں اور کی جانی چاہئیں۔

سیرت رسول اکرم کی بات ہو تو اور کئی نام مختلف کردار رکھنے والوں کے اس تذکرے میں آتے ہیں۔ اس کتاب میں بھی آتے ہیں۔ چند نام یہ ہیں۔

کعبہ:　کعبے والے ہی نے کعبے کی حفاظت کردی　　سورۂ فیل نے تصدیق حقیقت کردی

سنگ اسود:　اٹھا کے لائے تھے جنت سے جس کو جبرائیل　　وہ بوسہ گاہ جناب خلیل و اسماعیلؑ

مدینہ:　مدینہ شہر رسالت پناہ ٹھہرا ہے　　مدینہ جلوہ گہ مہر و ماہ ٹھہرا ہے

ابو مطلب:　تھے ابو مطلب اک ایسے ہی سرداروں میں　　سمجھے جاتے تھے جو کعبے کے نگہداروں میں

ابو طالب:　کئی برس ابو طالب کی سرپرستی رہی　　خزاں کے دور میں ان کی دعا برستی رہی

آمنہ:　آمنہ پھول ہیں خوشبو ہیں محمدؐ ان کی　　انتہاء کوئی تھی ان کی نہ کوئی حد ان کی

حلیمہ:　خود پہ جب دائی حلیمہ کی نظر جاتی تھی　　آنکھ معصوم کے چہرے پہ ٹھہر جاتی تھی

خدیجہ:　انہیں شفیق انہیں مہرباں سمجھتی ہے　　تمام ملت اسلام ماں سمجھتی ہے

ابوبکر صدیقؓ:　وہ حق پرست ابوبکر نام تھا جن کا　　قبول دین ہی پہلا مقام تھا جن کا

عائشہؓ:　عائشہ زینت قرطاسِ حیا آج بھی ہیں　　سورۂ نور کی تفسیر ضیاء آج بھی ہیں

علیؓ: علیؓ نثارِ محمد تھی کم سنی جن کی بساطِ عمر سے باہر تھی روشنی جن کی

عثمانؓ: کہ لوٹ آئے مثالِ بہارِ جاں عثمانؓ وہ روحِ عشق و سرخیل عاشقاں عثماں

بلالؓ: بلالؓ دینِ براہیمؑ کے نمائندہ بلال شیوۂ تسلیم کے نمائندہ

مسجد نبویؐ: یہاں سے عرش معلیٰ دکھائی دیتا ہے ہوا چلے ہے تو قرآن سنائی دیتا ہے۔

عمر فاروق رضی اللہ عنہ:

اس انداز کا کوئی شعر نہیں ملا۔ اس کی کمی محسوس ہوتی ہے۔[1] بہر حال یہ شخصیات کی بات ہے اور شاعر کے اپنے محسوسات کی بھی۔ ہاں ایک قاری کی حیثیت سے جہاں جہاں کمی محسوس کی گئی اس کی نشان دہی ضروری تھی۔ ممکن ہے کہ شاعر بھی اس طرف توجہ کریں۔

''چراغِ حرا'' کو پڑھ کر یہ خیال بھی آتا ہے کہ خالقِ حقیقی نے جن شعراء کو شاعرانہ اور تخلیقی صلاحیتوں سے مالا مال کر دیا ہے اگر وہ سیرت رسول پاکؐ، اسوۂ حسنہ اور حیات مبارکہ کا سنجیدگی کے ساتھ تفصیلی مطالعہ کریں اور اپنے گہرے مطالعہ کے نتائج کو شعری تاثرات کے ساتھ طویل نظموں کی صورت میں رقم کریں تو ان کے اتنے رخ اور اتنے زاویے ہیں کہ کئی معیاری تخلیقات وجود میں آسکتی ہیں۔ پورا انسانی معاشرہ ہمارے سامنے ہے۔ اس کا ماضی، حال اور مستقبل ہے۔ روئے ارض کے جغرافیائی خطے ہیں جہاں پیغام الٰہی مختلف طریقوں سے پہنچا اور اس نے تاریخی حیثیت اختیار کر لی۔ ان تمام باتوں کو اسی طرح یا کسی اور انداز میں نظم کیا جائے تو چراغِ حرا کی روشنی اپنے تمام رنگوں کے ساتھ شعری ادب کے شعبے میں دور دور تک پھیلائی جا سکتی ہے۔ قیصر الجعفری نے ''چراغِ حرا'' لکھ کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ نظم میں نعت نگاری کے بہت سے زاویے ہو سکتے ہیں جو ذہن رسا، طبع رواں، پختہ مشقی، قدرت کلام، تازہ بیانی اور لہجہ کی شگفتگی کے منتظر ہیں۔ مگر اس میں پڑتی ہے محنت زیادہ۔ اگر ایک ورق تمام ہو جاتا ہے تو مدح پھر بھی باقی رہتی ہے اور یکے بعد دیگر بہت سے سادہ اوراق کھلتے چلے جاتے ہیں تا کہ ان کی تقدیر سنواری جائے اور جو تصور اور تخیل کی اعلیٰ سطحوں پر ہے اس کو کاغذ پر تصویر

۱۔ صفحہ نمبر ۵۹ پر حضرت عمرؓ کے تعلق سے یہ شعر غالباً مضمون نگار کی نظر میں نہ آسکا۔ (عرفان جعفری)

عمرؓ کی دین پناہی بھی معجزہ ٹھہری کہ جیسے دھوپ میں دنیا کی چھاؤں آٹھہری

کردیا جائے۔ قیصر کا کہنا ہے

روشنی کم نہ ہو کاغذ پہ قلم چلتا رہے　　شعر ہی شعر میں ہر وصف نبیؐ ڈھلتا رہے

قرآن حکیم میں جگہ جگہ اوصاف محمدی بیان کئے گئے ہیں۔ یہ کتاب نہ صرف الہام الٰہی ہے بلکہ ادب کی اعلیٰ ترین کتاب بھی ہے۔ اس کے ادبی معیار اور اسلوب کو دوسری کوئی کتاب نہیں پہنچتی۔ قیصر الجعفری نے اس کتاب سے بھی استفادہ کیا ہے۔ جو کچھ لکھا ہے وہ منظوم تو ہے لیکن منظم بھی ہے۔ اس کی تائید ہم قرآن حکیم کی سورہ القلم سے حاصل کرتے ہیں۔ ''قسم ہے قلم کی اور جو لکھتے ہیں، تو نہیں اپنے رب کے فضل سے دیوانہ، تیرے واسطے نیک اجر، بے انتہا اور تو پیدا ہوا خلق عظیم پر۔ سو اب تو بھی دیکھ لے گا اور وہ بھی دیکھ لیں گے کہ کون فتنہ میں پڑا ہوا ہے؟ بے شک تیرا رب وہی بہتر جانے جو بھٹک رہا ہے اس کی راہ سے اور وہی بہتر جانتا ہے راہ پانے والوں کو۔'' (آیات ۱ تا ۷) ان آیات میں خطاب ہے رسول کریم سے۔ بات مختصر ہے لیکن جامع ہے۔ جو لوگ کسی نہ کسی درجے میں اسلامی نظریات سے متعلق ہیں ان کے لئے اس کا سمجھ لینا ضروری ہے۔ یہ تفہیم اگر شعری لطافت کے وسیلے سے ہو جائے تو فہم و ادراک کے ساتھ کیف و سرور اور نشاط روح بھی شامل ہو جائیں اور ذہن، قلب اور نظر سب نورٌ علی نور کا حاصل ہو جائیں۔ قیصر الجعفری نے جس طرح اپنے قلم کا استعمال کیا ہے کم ہی نعت گو شعراء کر پاتے ہیں۔ یہ انداز اور اسلوب کی بات ہے ورنہ سیرت رسول اکرم کے بہت سے رخ ان نعتوں میں بھی پائے جاتے ہیں جو غزل کی ہیئت میں لکھی گئی ہیں۔ لیکن وہ بکھرے ہوئے ہیں اور اس طرح سے منظم اور مربوط نہیں ہیں۔ ایک طویل وقفے کے بعد جمی ہوئی برف توڑنے کی سعادت اس شاعر کے حصے میں آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو وہ قبولیت عطا فرمائے جس کی یہ مستحق ہے۔

مندرجہ بالا سطور میں شاعر کی شاعری کا تعارف پیش کیا گیا ہے۔ ''چراغِ حرا'' کے حوالے سے۔ جہاں تک اس کی شخصیت کا تعلق ہے تو وہ اپنی خود نوشت سوانح حیات ''ماہ و سال'' کے نام سے لکھ رہا ہے۔ اس نے بہت سے کام کئے۔ اس کی کتابوں نے اعزازات اور انعامات حاصل کئے۔ انجمن ترقی پسند مصنفین اور اس کے نامور متعلقین سے اس کا قریبی رابطہ رہا ہے۔ وہ کہتا ہے:

یوں عمر ہم نے کاٹی، دیوانہ جیسے کوئی　　پتھر ہوا میں پھینکے، پانی پہ نام لکھے

شاعر نے کہا ہے تو سچ ہی کہا ہوگا۔ اس نے پتھر ہوا میں پھینکے ہوں گے اور نام بھی پانی پہ لکھا ہوگا لیکن ''چراغ حرا'' کے معاملے میں یہ صورت حال بالکل نہیں ہے۔ یہ ہیں زبیر احمد صاحب قیصر الجعفری، شاعر ''چراغِ حرا'' جو اپنی ایک نعت کے مقطع میں کہتے ہیں

ہوا شب خون کی عادی ہے قیصر چراغ عزم محکم لے کے چلئے

وہ اپنی زندگی کے ۳۷ سالہ طویل سفر میں اسی عزم محکم کے طفیل ''چراغِ حرا'' تک پہنچے ہیں۔

اب انشاء اللہ تعالیٰ ہوا خود ان چراغوں کو جلائے رکھے گی۔ باشعور صلاحیتیں اور صحت مند توانائیاں چراغ سے چراغ جلائیں گی۔ ''اللہ مددگار ہے ایمان والوں کا۔ نکالتا ہے ان کو اندھیروں سے روشنی کی طرف۔'' (سورۃ البقرہ، آیت ۲۵۷)

اس کتاب کا سرورق بھی اپنی دھنک رنگ روشنیوں کے ساتھ اتنا ہی جاذب نظر ہے جتنی کہ اس کے اندر کی نظم دلکش ہے۔ ذکر حبیب کی حلاوتیں زبان و بیان کی لطافتوں اور لذتوں کے ساتھ مل کر دوچند ہو جاتی ہیں اور لکھنے والے کے لئے روح کی گہرائیوں سے ''واہ'' نکلتی ہے۔ راقم الحروف کی طرف سے چار اشعار ان کی نذر:

زندگی بھر لہو ہو کے کرتے رہے زخم اپنے رفو قیصر الجعفری
جب چراغِ حرا کی لکھی روشنی ہو گئے سرخ رو قیصر الجعفری

پھینکے پتھر ہوا میں، لکھے نام پانی پہ بھی اولاً پھر بتایا ہمیں
مدحت احمد مجتبیٰ میں بہاتے ہیں یوں آبجو قیصر الجعفری

ان کے سر پر کڑی دھوپ بوچھار تھی بے اماں کوئی کمزور دیوار تھی
سائے میں آگئے ہیں تو کرتے ہیں اب آنسوؤں سے وضو قیصر الجعفری

شرم کر شرم کر شارق بے ہنر دعوئ نعت گوئی تجھے کم نظر
دیکھ تو کیسے کرتے ہیں اس فکر اور ذکر میں جستجو قیصر الجعفری

☆☆☆

بہ شکریہ نعت رنگ، کراچی اور نوائے ادب، ممبئی

اظہاریہ

چراغِ حرا کی پہلی طباعت اور اشاعت میں عم محترم انتظار نعیم پیش پیش رہے۔ یہ انہیں کی کاوشوں کا نتیجہ تھا کہ ایک خوبصورت کتاب منظر عام پر آسکی۔ انہوں نے ہی چراغِ حرا کی فروخت کی کوشش بھی کی اور اسے وابستگان ادب تک پہنچانے کی ہر ممکن سعی بھی کی۔ اور اسی وجہ سے اسے خاص و عام میں پڑھا گیا اور چراغِ حرا کو ہر ادبی اور عوامی سطح پر سراہا بھی گیا۔

اشاعت کے بعد آٹھ دس برسوں میں انتظار نعیم صاحب اور جعفری صاحب کے پاس چراغِ حرا کے جتنے بھی نسخے تھے سب ختم ہو گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تشنگان ادب کی سیرابی کا ذخیرہ ختم ہو گیا۔ قیصر الجعفری صاحب اپنی حیات میں بھی کتاب کا تقاضہ پورا نہ کر پاتے تھے اور اب ان کے انتقال کے بعد میرے ساتھ بھی وہی صورتِ حال ہے۔

میں نے انہی وجوہات کے سبب چراغِ حرا کی دوسری اشاعت کا منصوبہ بنایا اور تیاریاں شروع کیں۔ بس ذرا افسوس یہ ہوتا ہے کہ اگر دوسری اشاعت قیصر صاحب کی حیات میں ہو جاتی تو اردو کا شاعر اپنی آنکھ سے وہ منظر بھی دیکھتا جب چراغِ حرا نئی ترتیب اور تزئین کے ساتھ منظر عام پر آتی اور اس دور میں آتی جب شعر و ادب کی ۹۰ فیصد کتابیں دیمک کی خوراک بن جاتی ہیں۔ ایسے دور میں وہ دوسری اشاعت پر موجود ہوتے تو ان کی خوشیوں میں یقیناً بہت اضافہ ہوا ہوتا۔ خیر۔

چراغِ حرا کی برکتیں ان کو اپنی حیات میں بھی ملیں۔ یہ بھی چراغِ حرا کی قبولیت کی سند ہے کہ ان کا انتقال رمضان کی شب میں ہوا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبتوں سے کشید کی ہوئی چراغِ حرا کی برکتیں ان کے انتقال کے بعد بھی دعاؤں کی صورت انھیں مل رہی ہیں۔ یہ سب

کے حصے میں نہیں آتا۔ یہ انھیں کو ملتا ہے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے بحرِ بے کراں کے ایک قطرہ کو اپنی روح کی سیرابی کا ذریعہ سمجھتے ہیں اور اسے اپنے لئے وجہ عزوشرف جانتے ہیں۔

خانوادۂ صغیر احمد جعفری کے حصے میں سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو منظوم کرنے کی سعادت آئی۔ تمام اہل خاندان خود کو خوش قسمت سمجھتے ہیں اور اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ یہ قیصر صاحب اور ان کے ماں باپ، بھائیوں بہنوں، بیٹوں بیٹیوں اور دیگر رشتہ داروں کے لئے وجہ افتخار اور باعث مسرت ثابت ہوئی۔

چراغِ حرا کی اشاعت کے فوراً بعد قیصر الجعفری کے حصے میں بیت اللہ کا سفر آیا اور انھوں نے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں مزارِ اقدس کے سامنے بیٹھ کر پوری چراغِ حرا پڑھی۔ جس نسخے کو وہ اپنے ساتھ لے گئے تھے اس کے پہلے صفحے پر دو تین قسطوں میں انہوں نے اپنے تاثرات لکھے تھے جو آج بھی محفوظ ہیں۔

چراغِ حرا کی برکت میرے حصے میں بھی آنی تھی جو میں نے اس کی دوسری اشاعت کی منصوبہ بندی کی۔ ایک بیٹے کی حیثیت سے مجھ سے جو ہو سکتا تھا وہ میں نے کرنے کی کوشش کی ہے۔ میری کوشش اور خواہش صرف اتنی سی ہے کہ چراغِ حرا ان لوگوں تک پہنچے جو اس کی دستیابی سے محروم ہیں۔ قیصر الجعفری کے قدر دانوں کے لئے چراغِ حرا ایک تحفے کی صورت ہوگی اور تحفہ بھی ایسا کہ صاحب کتاب اور قاری دونوں کے لئے باعث برکت ہوگا۔ انشاء اللہ العزیز۔

چراغِ حرا کی اشاعت میں شفیق الدین شارق کا تبصرہ بھی شامل ہے۔ میں انھیں نہیں جانتا اور وہ شخصی طور سے قیصر الجعفری سے بھی واقف نہیں تھے۔ وہ غالباً کراچی ہی میں سکونت پذیر ہیں اور ہم لوگ ممبئی میں۔ لیکن چراغِ حرا کو جس طرح انھوں نے پڑھا اور پھر جس انداز میں چراغِ حرا پر انتہائی خوبصورت اور فکر انگیز تبصرہ تحریر فرمایا ہے وہ لائقِ تحسین ہے اور یہی وجہ بھی ہے کہ ان کے اس تبصرے کو جو پہلے نعت رنگ، کراچی میں شائع ہوا وہ اس کتاب میں شامل ہے۔ میں ان کو غائبانہ سلام کرتا ہوں اور ان کے قلم اور زندگی کے لئے دعا گو ہوں۔

چراغِ حرا کی اشاعت کا ذکر ہوتے ہی، جن لوگوں نے خلوص اور مدد کا اظہار کیا ان میں جاوید غزالی (جنہوں نے چراغِ حرا کی از سرِ نو کتابت کی) ڈاکٹر شیخ عبداللہ اور شمیم احسن کے علاوہ میرے بھائی غفران، ابصار حسین، پرنٹرو ویک اکھاڑے اور سرِ ورق کے فنکار عارف انجم (مالیگاؤں)، عرفان عثمانی اور محمد ہاشم خان وغیرہ پیش پیش ہیں۔ اس کے علاوہ میرے دوستوں میں اقبال اور عبدالرحمن وغیرہ بھی، جنہوں نے قیصر صاحب کی محبت میں دعاؤں کے عوض اپنا دستِ تعاون دراز کیا۔ ان ناموں کے علاوہ شناساؤں اور خیر خواہوں کی اک طویل فہرست بھی ہے جن کی دعائیں شاملِ حال ہیں۔

جعفر بھائی منصوری (دہلی دربار) ان افراد میں سے ہیں جنہوں نے جعفری صاحب سے ان کی زندگی میں بے پناہ محبت اور عزت کی اور یہ سلسلہ ابو کی ذات پر ہی آ کر ختم نہیں ہوا بلکہ وہ مجھ تک بھی آیا۔ ان کی یہ خصوصیت مجھ سے ہر ملاقات میں جھلکتی ہے۔ میں ان کی صحت مند زندگی کے لئے دعا گزار ہوں۔

یہ کتاب جن کے ہاتھوں میں آئے ان سے درخواست ہے کہ وہ ان تمام افراد کے لئے دعائے خیر کریں۔

ہر بیٹا چاہتا ہے کہ اس کے مرحوم والدین کی مغفرت ہو، سو میں بھی سب سے درخواست گزار ہوں کہ وہ ابو اور امی کی مغفرت کی دعا کریں۔

چراغِ حرا دوبارہ آپ کے سامنے پیش ہے۔ ہزارہا کوششوں کے باوجود اس کی طباعت میں کئی طرح کی خامیاں ملیں گی۔ یہ میری کوتاہی ہوگی جس کے لئے میں شرمندہ رہوں گا۔

بیٹے کی خواہش تھی کہ والد کی کاوش آپ کے سامنے آئے سو وہ حاضر ہے۔ دوسری اطلاع بھی خوش کن ہے کہ کلیاتِ قیصر بھی تکمیل کے مراحل میں ہے۔

طالبِ دعا

عرفان جعفری

اصل نام : قاضی سید زبیر احمد

تخلص : قیصرالجعفری

والد : قاضی سید صغیر احمد جعفری

والدہ : بتول بی

پہلی صبح : ۱۴ر ستمبر ۱۹۲۶ء

جائے ولادت : نظرگنج الہ آباد

ابتدائی تعلیم : عربی، فارسی اور اردو

اپنے دادا وبیر احمد اور نانا حاجی بدر

شاجاپوری سے

ثانوی تعلیم : مدرسہ اسلامیہ الہ آباد

میٹرک اور انٹرمیڈیٹ مجیدیہ اس

کالج، الہ آباد

خاندان : جنت بیگم (شریک حیات)

عرفان جعفری، غفران جعفری

فہمیدہ اور عشرت (اولادیں)

۱۹۵۰ء سے ممبئی میں قیام

۱۹۸۸ء تک ریلوے کی ملازمت

تخلیقات : رنگ حنا - سنگ آشنا - دشت ـ

نبوت کے چراغ - مولسری کے

پتھر ہوا میں پھینکے - چراغ حرا

اور اگر دریا ملا ہوتا

آخری شام : ۱۵/اکتوبر ۲۰۰۵ء، کوسہ ممبرا

Cover Design by : Arif Anjum, Malegaon

....نعت لکھنے کی خواہش کو اور اس لکھنے کے عمل کو متعدد شعراء نے نظم کیا ہے لیکن اس ابتدائیے میں لکھنے کی بات جس طرح آئی ہے وہ منفرد ہے اور قیصر الجعفری ہی کا حصہ ہے۔ اس میں احساس کے شعلے ہیں تو آنسوؤں کی نمی بھی ہے۔ اس میں جذباتی فضا کی کیفیت بھی ہے اور تازہ تازہ لہو کی حرارت بھی۔ اس میں دیدہ وری بھی ہے اور جگر کاری بھی۔ اس میں تنہائی کی بزم آرائی بھی ہے اور مضامین کے نزول کی سعادت افزائی بھی۔ بزم رسالت مآب میں اشعار کا دفتر یوں کھلا ہے گویا گنجینۂ گوہر کا در کھل گیا ہے۔ بقول غالب '' ہے خیال حسن میں حسن عمل کا خیال '' جب حیات انسانی میں رازِ ہستی سرتاسر کھل جائے اور حیات بشری کو جنت کا نمونہ بنا دینے والے کا تذکرہ ہو تو گور کے اندر خلد کا در کھلنے کی بات تو بعد کی بات ہے، پہلے فرش زمیں پر ہی وہ منظر نگاہوں کے سامنے کھل جاتا ہے۔ جو فردوس نظر بن جاتا ہے۔ '' چراغ حرا '' کا ابتدائیہ پڑھ کر قاری اس میں چھپی والہانہ شیفتگی سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ایسی شاعری میں یہ مجموعی کیفیت اس وقت تک نہیں آسکتی جب تک کہ ملہم غیب خود ہی کسی شاعر کو تلمیذ الرحمن کے منصب کا اہل قرار نہ دے دے۔ یہ صرف شاعری نہیں ہے اس سے آگے بھی بہت کچھ ہے۔ قیصر الجعفری اپنی اس کاوش کی وجہ سے بے شمار نعت گو شعراء سے بازی لے گئے ہیں اور ہم سب کے لئے قابل رشک ہیں۔ انگلیاں بے شک شاعر کی ہیں لیکن ہنر خود بول رہا ہے کہ وہ کس کا ہے۔ یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے۔

شفیق الدین شارق

بہ شکریہ نعت رنگ، کراچی اور نوائے ادب، ممبئی

Chirag-e-Hira by Qaisarul Ja'fri
Published by **Qaisarul Ja'fri Forum**, Mumbra
Price: 300/-